حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان

زیرِ انتظام جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا

فون: 048-3021536

Emails: smi51214@gmail.com

Sultanulmadarisislamia@gmail.com

Website: www.sibtain.com

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

- ہر شخص کو ایک نہ ایک دن عمل کی دنیا سے رخصت ہونا ہے اور جزا کے عالم میں جانا ہے جو کچھ اور جیسے اس نے عمل کیے اسی لحاظ سے اس کو مقام ملنا ہے خوش نصیب ہیں، وہ افراد جنہوں نے اپنے مستقبل پر غور کیا اور اس چندروزہ زندگی میں ایسے کام کیے جس سے ان کی زندگی زیست ہوگئی۔

- آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ قیامت تک آپ کے نامہ اعمال میں نیکیاں جاتی رہیں اور ثواب میں اضافہ ہوتا رہے تو فی الفور حسب حیثیت قومی تعمیراتی کاموں میں دلچسپی لیں اور قومی تعمیراتی اداروں کو فعال بنا کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

- ان قومی اداروں میں سے ایک ادارہ جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا بھی ہے۔ آپ اپنے قومی ادارے جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ کی اس طرح معاونت فرما سکتے ہیں۔

1. اپنے ذہین وفطین بچوں کو اسلامی علوم سے روشناس کرانے کے لیے ادارہ میں داخل کروا کر۔
2. طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری قبول کر کے کیونکہ فرمان معصوم ہے جس کسی نے ایک طالب علم کی ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی مدد کی گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔
3. ادارہ کے تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کے لیے سیمنٹ، بجری، ریت، اینٹیں وغیرہ مہیا فرما کر۔
4. ادارہ کی طرف سے ماہانہ شائع ہونے والا رسالہ "دقائق اسلام" کے باقاعدہ ممبر بن کر اور بروقت سالانہ چندہ ادا کر کے۔
5. ادارہ کے تبلیغاتی پروگراموں کو کامیاب کر کے۔

آپ کی کاوشیں اور آپ کا خرچ کیا ہوا پیسہ صدقہ جاریہ بن کر آپ کے نامہ اعمال میں متواتر اضافے کا باعث بنتا رہے گا۔

ترسیل زر کے لیے:
پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ
زاہد کالونی متصل جوہر کالونی سرگودھا O فون: 0301-6702646

قدرت نے پاکستان کو دنیا میں ایک اہم مقام عطا کیا ہے جغرافیائی لحاظ سے پاکستان اقوام عالم میں ممتاز حیثیت کا حامل ہے پاکستان کے پاس افرادی قوت بھی موجود ہے مگر نااہل حکمرانوں، بے انصاف لیڈروں کرپٹ بیوروکریٹس اور بد دیانت اہل کاروں نے ملک کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ جہالت اور قبائل پرستی سے ابھی تک چھٹکارا حاصل نہیں کیا جا سکا حکمرانوں کی عیاشیاں فضول خرچیاں واضح و آشکار ہیں ان تمام مسائل اور مشکلات کا حل دیانت دار، صالح اور محب وطن قیادت کا انتخاب ہے۔ اب بھی موقع ضائع کر دیا گیا تو ملک مزید بحران کا شکار ہو جائیگا عوام الناس سے گزارش ہے کہ اپنے ووٹ کا حق درست طور پر استعمال کریں برادری ازم پارٹی بازی کی بجائے صادق اور امین امیدواروں کو منتخب کیا جائے تا کہ ملک ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو سکے سیاسی جماعتیں ملک کی خوشحالی کے لئے کام کریں ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کی بجائے سر جوڑ کر بیٹھیں اور ملک کو تباہی سے بچائیں۔

مملکت خداداد پاکستان کے قیام کو چھیاسٹھ سال ہونے کو ہیں نصف صدی سے زیادہ پاکستانی سیاست میں کئی اتار چڑھاؤ آتے رہے ہیں بد قسمتی سے ہمارے ملک پر نصف سے زیادہ عرصہ فوجی حکمران حکومت کرتے رہے ہیں جس وجہ سے سیاسی قیادت ناپید ہوتی چلی گئی جس وجہ سے عوامی شعور میں ترقی نہ ہو سکی اور جمہوریت کو مستحکم نہ بنایا جا سکا پاکستانی قوم اس وقت بے شمار مسائل کا شکار ہے دہشت گردی، بے روزگاری، مہنگائی اور بدامنی نے ملک کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے چھیاسٹھ سال کا عرصہ کوئی کم نہیں ہے ہمارے ساتھ آزاد ہونے والے بہت سے ممالک ترقی کی راہ پر گامزن ہیں مگر ہم آئے دن مشکلات کا شکار ہوتے چلے جا رہے ہیں سیاسی لیڈران نت نئے وعدے کر کے عوام کو بے وقوف بنا کر لوٹ کھسوٹ کر کے چلے جاتے ہیں ملک کے حالات جوں کے توں رہتے ہیں ملکی وسائل کا بے جا استعمال روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔

اداریہ

عام انتخابات 2013ء

ہیں مگر پھر انہی لوگوں کو حق رائے دہی عطا عوام یہ بات غور سے یاد رکھیں ہر بار بننے والی حکومت کو تنقید کا نشانہ بناتے استحکام کیلئے کام کرنے کی توفیق دیتے ہیں ووٹ ایک امانت ہے حقدار لوگوں کو پہنچانا ضروری۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کے سیاست دانوں اور عوام کو ملکی فرمائے۔ الٰہی آمین

عالمِ برزخ اور اُس کے بعض شدائد کا بیان

از قلم: مفسر قرآن مرجع شیعیان جہاں آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا

لغوی اعتبار سے ہر اس چیز کو جو دو چیزوں کے درمیان حاجب وحائل ہو اُسے "برزخ" کہا جاتا ہے ارشاد قدرت ہے۔ (بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ) ان ہر دو دریاؤں کے درمیان ایک حدِ فاصل ہے۔ جس کی وجہ سے ایک دوسرے پر نہیں چڑھتا اسی مناسبت سے موجودہ زندگی اور آخرت والی زندگی کے درمیان جو زمان حائل ہے۔ یعنی موت سے لے کر قیام قیامت تک جو درمیانی زمانہ ہے۔ اسے اصطلاح شریعت میں برزخ کہا جاتا ہے ۔ وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿المؤمنون 100﴾ بعض لوگ اس عالم کو "عالم مثال" "عالم اشباح" "عالم ظلال" وغیرہ اسماء سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ ولا مشاحۃ فی الاصطلاح۔ اور یہ عالم برزخ والا مرحلہ بہت ہی حسّاس ہے آئمہ طاہرین علیہم السلام نے اس سے بہت ہی ڈرایا ہے اور اس میں درپیش آنے والے مصائب وشدائد سے نجات حاصل کرنے کے لئے اعمالِ صالحہ کا ذخیرہ جمع کرنے کی تاکید شدید فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ واللہ ما اخاف علیکم الا البرزخ فاما اذا اصار الامر الینا فنحن اولیٰ بکم۔ بخدا مجھے تمہارے متعلق جس قدر خوف و ہراس ہے وہ عالم برزخ ہی کے متعلق ہے لیکن جب قیامت کا دن ہوگا اور معاملہ ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔ تو اس وقت ہم تمہاری شفاعت کرنے کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ (حق الیقین از علامہ سید عبداللہ شبر) اسی طرح اصول کافی میں

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ راوی کہتا ہے میں نے خدمت میں عرض کیا۔ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کل شیعتنا فی الجنۃ علی ماکان فیھم۔ ہمارے سب کے سب شیعہ خواہ ان کے عمل کیسے ہی ہوں جنت میں جائیں گے۔ امامؑ نے فرمایا۔ ہاں میں نے یہ ضرور کہا ہے۔ راوی نے عرض کیا میرے آقا میں آپ پر قربان ہوں۔ آپ کے نام لیوے کچھ ایسے بھی ہیں جو گناہان کبیرہ کے مرتکب ہیں (تو پھر سب کے سب جنت میں کیسے جاسکتے ہیں) امام عالی مقامؑ نے فرمایا۔ اما فی القیامۃ فکلکم فی الجنۃ بشفاعۃ النبی المطاع صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم او وصی النبی علیہ السلام ولکن واللہ اتخوف علیکم فی البرزخ۔ جہاں تک قیامت کا تعلق ہے اس میں تو تم سب ہی جنت میں داخل ہو گے۔ نبیؐ مطاع یا ان کے اوصیاء کی شفاعت کبریٰ کی وجہ سے۔ ہاں البتہ خدا کی قسم مجھے تمہارے متعلق اگر خوف ہے تو وہ برزخ کا ہے۔ راوی نے عرض کی آقا وہ برزخ کیا ہے فرمایا القبر منذ موتہ الی یوم القیامۃ۔ وہ موت سے لے کر قیامت تک قبر والا درمیانی زمانہ ہے جیسے کہ ارشاد رب العزت ہے۔ وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ان کے پیچھے عالم برزخ ہے یوم حشر تک۔

موت کے بعد قیامت تک درمیانی عرصہ میں انسان پر کیا گذرتی
ہے

اگرچہ یہ بحث بہت طویل الذیل ہے۔ جس کی تفصیل
بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ ہاں جو کچھ اخبار معصومین علیھم
السلام سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کا جامع خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان
کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے تو وہ میت کے ساتھ
ساتھ رہتی ہے۔ جب میت کو دفن کیا جاتا ہے تو اسی جسم میں دوبارہ
اس کی روح کو داخل کیا جاتا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ آیا اسے تمام جسم
میں داخل کیا جاتا ہے یا فقط کمر تک بالائی حصہ میں؟ اس کی
تفاصیل میں اختلاف ہے اگرچہ اکثر روایات سے دوسرا قول
ظاہر ہوتا ہے بہرکیف اتنا تو حتماً بھی ثابت ہے کہ جب میت سے
سوال و جواب ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ جب تک اس میں روح نہ ہو۔
اور وہ تفہیم و تفہیم کے قابل نہ ہو۔ اس وقت تک اس سے سوال و
جواب کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بہرحال اس وقت خداوند
عالم کے مقرر کردہ دو فرشتے جن کے صفاتی نام منکر و نکیر ہیں جو
انتہائی قبیح المنظر اور ہولناک شکل وصورت رکھتے ہیں ان کی
آواز بجلی کی کڑک کی طرح تند و تیز ہوتی ہے۔ قبر میں سوال و
جواب کیلئے داخل ہوتے ہیں۔ البتہ اس امر میں قدرے اختلاف
ہے کہ آیا ہر مرنے والے کے پاس خواہ مومن ہو یا کافر یہی دو
فرشتے آتے ہیں یا بعض کے پاس کچھ اور ملائکہ آتے ہیں؟
چنانچہ بعض روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر مرنے والے
کے پاس یہی دو فرشتے جاتے ہیں اور یہی مشہور بھی ہے۔ لیکن
بعض روایات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مومن کی قبر میں جو فرشتے
آتے ہیں ان کے صفاتی نام "مبشر و بشیر" ہیں۔ جو بہت ہی خوش
منظر و خوبصورت اور خوش آواز ہوتے ہیں جو آ کر مومن کو جنت
الفردوس اور خوشنودی خدا کی بشارت دیتے ہیں۔ بہرحال جو شخص
ان فرشتوں کے سوالات کے صحیح جوابات دے دے وہ اسے
جنت کی بشارت دے کر چلے جاتے ہیں۔ اور جو صحیح جواب نہ دے
سکے اسے آہنی گرزوں سے سزا دیتے ہیں۔ فشار قبر کی تکلیف اسکے
علاوہ ہے۔ اس کے بعد وہ فرشتے چلے جاتے ہیں۔ اور انسان
دوبارہ مر جاتا ہے۔ اب اس کا جسم تو وہیں قبر میں ہی رہ جاتا ہے۔
البتہ روح عالم برزخ میں متنعم یا معذب رہتی ہے۔ اب اس امر
میں اختلاف ہے کہ آیا یہ جزا یا سزا تنہا روح کو دی جاتی ہے یا اسے
جسم مثالی میں داخل کر کے دی جاتی ہے جو شکل وصورت میں تو
دنیوی جسم کی مانند ہوتا ہے۔ لیکن اس میں مادی گوشت و پوست
وغیرہ اجزاء نہیں ہوتے۔ جو قول بکثرت اخبار معتبرہ سے پایہ
ثبوت تک پہنچا ہے وہ یہی دوسرا قول ہے۔ یعنی یہ کہ روح کو جسم
مثالی میں رکھ کر جزا یا سزا دی جاتی ہے۔ مومنین کی روحیں وادی
السلام (جو کہ سرزمین عراق میں نجف اشرف کے پاس ایک عظیم
الشان قبرستان ہے) میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتی ہیں۔
اور کفار و مشرکین اور نصاب و خوارج کی روحیں وادی برہوت (جو کہ
یمن میں ایک وادی ہے) میں مبتلائے عذاب و عقاب رہتی ہیں

قوی یقین ہے مجھ کو دیکھ لیں وہاں پہ مومنین
اٹھوں گا میں بروز حشر وادی السلام سے

عالم برزخ اور واقعات بعد الموت کے جملہ مباحث کا یہ
ہے جامع خلاصہ جو آیات و روایات آئمہ اطہار اور بیانات علماء کبار
سے ماخوذ و مستفاد ہے۔

باب الاعمال

عمومی آداب سفر اور سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السّلام کے سفر کے خصوصی آداب کا تذکرہ

از قلم: مفسرِ قرآن مرجع شیعیانِ جہاں آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا

(1) عام حالات میں بھی سفر کرنا شرعاً ایک پسندیدہ امر ہے چہ جائیکہ جب وہ کسی واجب یا مستحب امر کی ادائیگی کیلئے کیا جائے کہ اس صورت میں وہ اور بھی زیادہ مرغوب ہو جاتا ہے۔

(2) مگر ہر سفر کے کچھ آداب و مستحبات ہوتے ہیں جن کا مدِ نظر رکھنا بہتر ہوتا ہے۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ کسی نحس دن میں سفر نہ کیا جائے جیسے قمر در عقرب وغیرہ۔

(3) بہتر ہے کہ ہفتہ کے دن سفر کیا جائے کیونکہ روایت میں وارد ہے کہ اگر کوئی پتھر بھی ہفتہ کے دن پہاڑ سے جدا ہو تو اسے بھی خدا اپنی جگہ لوٹا دیتا ہے۔

(4) سفر پہ جاتے وقت وصیت کی جائے کیا معلوم یہ اس کی زندگی کا آخری سفر ہو۔

(5) سفر پہ جاتے وقت صدقہ دیا جائے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے عبدالرحمٰن بن حجاج سے فرمایا کہ (تصدق واخرج ای یوم شئت) کہ صدقہ دے دو پھر جس دن چاہو سفر کرو۔

(6) پیغمبر اسلامؐ سے مروی ہے کہ آدمی جب سفر کرنے کا ارادہ کرے تو دو رکعت نماز پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

(اَللّٰهُمَّ اَسْتَوْدِعُكَ نَفْسِي وَاَهْلِي وَمَالِي وَذُرِّيَّتِي وَدُنْيَايَ وَاٰخِرَتِي وَاَمَانَتِي وَخَاتِمَةَ عَمَلِي) "اے اللہ میں آج کے دن اپنی جان، اپنے اہل و عیال اور اپنا مال اور اپنی اولاد اور اپنی دنیا و آخرت اور اپنے عمل کا خاتمہ تیرے سپرد کرتا ہوں۔"

فرمایا: جو شخص ایسا کرے گا تو خدا اسے وہ سب کچھ عطا کرے گا جو وہ خدا سے طلب کرے گا۔ (کتاب الدعاء والزیارہ)

(7) اچھے ساتھیوں کے ہمراہ سفر کیا جائے اور حتی الامکان تنہا سفر کرنے سے احتراز کیا جائے کیونکہ حضرت پیغمبر اسلامؐ نے تنہا سفر کرنے، تنہا کھانا کھانے اور تنہا مکان میں سونے کی ممانعت فرمائی ہے۔

(8) حضرت امام زین العابدین علیہ السلام والی دعا پڑھی جائے جس کے بارے میں امامؑ فرماتے ہیں کہ جب میں یہ دعا پڑھ لوں تو پھر کوئی پروا نہیں ہوتی اگرچہ مجھے ضرر پہنچانے کیلئے سب جن و انس ہی جمع کیوں نہ ہو جائیں، جو یہ ہے:

(بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَمِنَ اللهِ وَاِلَى اللهِ وَفِي سَبِيلِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَسْلَمْتُ نَفْسِي وَاِلَيْكَ وَجَّهْتُ وَجْهِي وَاِلَيْكَ فَوَّضْتُ اَمْرِي فَاحْفَظْنِي بِحِفْظِ الْاِيمَانِ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي وَمِنْ فَوْقِي وَمِنْ تَحْتِي وَادْفَعْ عَنِّي بِحَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ فَاِنَّهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔) "خدا کے نام سے خدا کی ذات

سے خدا کے اذن سے خدا کی طرف اور خدا کی راہ میں اے معبود! میں نے اپنی جان تجھے سونپ دی اپنا رخ تیری جانب کر لیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا ہے پس میری نگہداری کر ایمان کی حفاظت کر کے میرے آگے سے میرے پیچھے سے میرے دائیں سے میرے بائیں سے میرے اوپر سے اور میرے نیچے سے اور اپنی بخشش و قوت سے میرا دفاع کرتا رہ کیونکہ نہیں کوئی حرکت و قوت مگر وہ جو بلند تر بزرگ تر خدا سے ہے۔"

(9) اگر بادام تلخ کی چھڑی ہاتھ میں ہو تو حفاظت سفر کیلئے مفید ہے۔

(10) مسافر کو چاہیے کہ سوئی دھاگہ تک ہر وہ چیز سفر میں اپنے ہمراہ لے جائے جس کی سفر میں عموماً ضرورت پڑتی ہے۔

(11) تحت الحنک کے ساتھ پگڑی باندھ کر سفر کیلئے گھر سے روانہ ہونا چاہئے تاکہ آدمی سفر میں چوری، ڈاکہ اور غرق و حرق سے محفوظ رہے۔

(12) سفر میں عقیق بالخصوص زرد اور فیروزہ کی وہ انگوٹھی پہنی جائے جس کے ایک طرف یہ کندہ ہو: (مَا شَاءَ اللهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ اَسْتَغْفِرُ اللهَ)۔ اور دوسری طرف اسماء مبارکہ (محمدؐ، علیؑ کندہ ہوں۔)

(13) راستہ میں لڑائی جھگڑے اور سب وشتم سے اجتناب کیا جائے۔

(14) راستہ میں نماز ہائے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی جائے۔

الی غیر ذالک من آداب السفر الکثیرۃ واکتفینا بھذا القدر روماً للاختصار

سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کی زیارات کے خصوصی آداب کا تذکرہ

جب سفر زیارات کا تذکرہ ہو چکا تو اب ذیل میں اصل زیارات کے کچھ آداب کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اور وہ چند امور ہیں:

(1) غسل زیارت کیا جائے۔ اور بہتر ہے کہ اس کے بعد وہ دعا پڑھی جائے جو شیخؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے: (اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لِي نُوراً وَطَهُوراً وَحِرْزاً وَكَافِياً مِنْ كُلِّ دَاءٍ وَسُقْمٍ وَمِنْ كُلِّ آفَةٍ وَعَاهَةٍ وَطَهِّرْ بِهِ قَلْبِي وَجَوَارِحِي وَلَحْمِي وَدَمِي وَشَعْرِي وَبَشَرِي وَمُخِّي وَعِظَامِي وَعَصَبِي وَمَا أَقَلَّتِ الْأَرْضُ مِنِّي وَاجْعَلْهُ لِي شَاهِداً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَوْمَ حَاجَتِي وَفَقْرِي) (کتاب الدعاء والزیارہ)

(2) زائر کو چاہیے کہ جس بزرگوار کی زیارت کیلئے جائے ان کی قبر مقدس کی زیارت کرنے میں ان تمام آداب کو ملحوظ خاطر رکھے جو ان کے ظاہری عین حیات میں مدنظر رکھے جاتے تھے کیونکہ وہ اب بھی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں زندہ ہیں اور ان سے رزق پاتے ہیں۔

(3) ہر مشہد مقدس پر پہنچ کر خدا کے احسان پر کہ اس نے اسے زیارت کی توفیق عطا کی ہے خدا کے حضور سجدہ شکر بجالائے۔ مگر وہ اس طرح کہ صاحب قبر کے جانب سر اور وہ بھی رو بقبلہ ہو کر بجالائے کہ کوئی یہ نہ دیکھے کہ یہ نبیؐ یا امامؑ کو سجدہ کر رہا ہے۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ میں ہر قسم کا سجدہ تعظیمی ہو یا تعبیدی

خداوند عالم کی ذات سے مختص ہے اور کسی بھی مخلوق کو کسی قسم کا سجدہ کرنا نہ صرف یہ کہ ناجائز اور حرام ہے بلکہ ناقابل معافی گناہ کبیرہ ہے لہٰذا زائر کے لئے اس شرک جلی سے اجتناب کرنا واجب ہے اور عوام کالانعام کی طرح ہرگز سجدہ نہیں کرنا چاہئے۔

(4) ہر معصومؑ کی زیارت کے بعد جانب سر دو رکعت نماز زیارت پڑھی جائے۔

(5) زائر کو چاہیے کہ مشاہد مقدسہ میں جس قدر ہو سکے قرآن مجید کی تلاوت کرے اور اس عمل کا ثواب صاحب قبر کی بارگاہ میں ہدیہ کردے کہ ایسا کرنے سے ثواب دو چند ہو جاتا ہے۔

(6) جو زائرین پہلے سے موجود ہوں ان کی اجازت کے بغیر ان کی جگہ پر قبضہ نہ کیا جائے۔

(7) کھڑے ہو کر زیارت پڑھی جائے اور اگر کوئی عذر ہو تو پھر بیٹھ کر بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ نیز زیارت پڑھتے وقت آواز کو بلند نہ کیا جائے بلکہ آہستہ آواز میں پڑھی جائے۔

(8) اگر مردوں اور عورتوں کیلئے زیارت کے الگ الگ اوقات مقرر کئے جائیں مثلاً مردوں کیلئے دن اور عورتوں کیلئے رات تو بہت بہتر ہے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر ان کے اکٹھے زیارت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ عورتیں پردہ کی پابندی کریں اور اس طرح بن سنور کر وہاں نہ جائیں کہ مردوں کے دین و ایمان پر ڈاکہ زنی کی مرتکب قرار پائیں۔ ورنہ وہ نیکی برباد گناہ لازم کی مستوجب قرار پائیں گی۔

(9) احوط یہ ہے کہ حدث اکبر و اصغر سے پاک ہو کر زیارت کی جائے۔

(10) صرف وہ زیارات پڑھی جائیں جو خود آئمہ طاہرین علیہم السلام سے مروی ہوں اور خود ساختہ زیارتوں کے پڑھنے سے اجتناب کیا جائے جن میں مذکور ہے کہ حرم کے بیرونی دروازہ پر یہ پڑھے اور اندرونی پر یہ پڑھے۔ صحن کے باہر یہ پڑھے اور اندرونی پر یہ پڑھے۔ صحن کے باہر یہ پڑھے اور اندر یہ۔ قبہ کے دروازہ پر یہ پڑھے اور اندر یہ اور پھر ضریح مقدس کے سامنے یہ پڑھے اور پس پشت یہ وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے دور میں ان تمام چیزوں کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔

(11) نماز زیارت ہو یا دوسری نمازیں وہ جانب سر پڑھی جائیں تو افضل و اولیٰ ہے جیسا کہ علامہ مجلسیؒ اور دوسرے علماء اعلام نے وضاحت و صراحت فرمائی ہے۔

(12) ان مقامات مقدسہ میں لایعنی گفتگو سے احتراز کیا جائے اور دعا و استغفار اور توبہ و انابہ پر اکتفا کی جائے تاکہ ایک زائر کی روش و رفتار اور سیرت و کردار میں زیارت سے پہلے اور اس کے بعد فرق نظر آئے۔

(13) عام حالات اور عام مقامات کی طرح ان مشاہد مقدسہ پر بھی جو دعا مانگی جائے تو وہ خداوند عالم سے ہی مانگی جائے البتہ اس مرقد مقدس والے بزرگوار کا واسطہ دیا جائے اور ان کے وسیلے سے دعا کی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ دوسرے مقامات پر تو ان ہستیوں کے وسیلہ سے خدا سے دعا کی جائے اور مشاہد مقدسہ پر خود ان سے دعا کی جائے کہ یہ شرک ہے۔

(14) جب زیارت سے فارغ ہو تو صاحب مرقد سے الوداع کرے۔

(15) زائرین کو چاہئے کہ سفر زیارت میں جس مشہد مقدس پر جائیں تو وہاں کے علماء اعلام کی خدمت میں

بقیہ صفحہ نمبر 10 پر

کفر کا انجام اور امانت کا تذکرہ اور اسکی ادائیگی کا اہتمام

از قلم: مفسر قرآن مرجع شیعیان جہاں آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿56﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ﴿57﴾ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿58﴾

ترجمۃ الآیات

"بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ہم عنقریب انہیں (دوزخ) کی آگ میں جھونکیں گے۔ جب ان کی (پہلی) کھالیں پک (جل) جائیں گی تو ہم ان کی کھالیں اور کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں بے شک اللہ زبردست ہے اور بڑی حکمت والا ہے۔ (56) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ہم عنقریب ان کو ان بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے لئے وہاں پاک و پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں (اپنی رحمت) کے گنجان سایہ (گھنی چھاؤں) میں اتاریں گے۔ (57)

(اے مسلمانو) اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کو ادا کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔ بے شک اللہ تمہیں بہت ہی اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ بڑا سننے والا، بڑا دیکھنے والا ہے۔ (58)

تفسیر الآیات

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ الآیۃ۔

جو کافر ہیں وہ واصل جہنم ہوں گے۔ یہ بات تو ہر قسم کے شک اور شبہ و قال و قیل سے بالا ہے۔ اس آیت میں صرف ایک چیز قابل غور ہے کہ "جب انکی کھالیں جل جائیں گی تو ہم بدل کر ان پر دوسری کھالیں چڑھا دیں گے" اس پر ایراد کیا جاتا ہے کہ دوزخیوں نے گناہ تو پہلی کھالوں کے ساتھ کیے تھے تو دوسری کھال کو سزا دینے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ گناہ آدمیوں نے کیے تھے نہ کھالوں نے اس لئے اسی آدمی کو جلایا جا رہا ہے اور اسی کو اذیت پہنچائی جا رہی ہے اور اسی کی اذیت کو برقرار رکھنے کے لئے پرانی اور بے حس کھال کی جگہ تازہ کھال کا لباس پہنایا جا رہا ہے تو یہ سزا کھال کو نہیں دی جا رہی

ہے بلکہ اس کچے گارا دی کو دی جا رہی ہے اور دوسرا جواب وہ
ہے۔ جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابن ابی العوجاء
نامی ایک زندیق کے ایسے ہی اعتراض کے جواب میں دیا تھا۔
کہ دوسری کھال وہی پہلی پرانی کھال بھی ہے اور تازہ۔ اگر
ایک سانچہ میں ایک اینٹ ڈھال کر توڑ دی جائے اور خاک
میں ملا دی جائے اور پھر اس مٹی کو گوندھ کر از سر نو سانچہ میں ڈال
کر بنائی جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ اینٹ وہی کہنہ اینٹ ہے
اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ تازہ اور نئی اینٹ ہے۔ (الاحتجاج
للطبرسیؒ)

وَالَّذِينَ آمَنُوا۔ الآیۃ۔

جو کچھ اس آیت شریفہ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہی
پورے قرآن، ہادیان اسلام بزرگان دین بالخصوص سرکار محمدؐ و آلِ
محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین کی تعلیم و تلقین کا خلاصہ و لب لباب ہے
کہ فلاح کونین اور نجات دارین بالخصوص اخروی فوز و فلاح کیلئے
دو امور لازم اور اشد ضروری ہیں۔ ایک ایمان اور دوسرا نیک
کام۔ اس کی وضاحت بقدر ضرورت سورہ البقرہ آیت 25 وبشر
الذین آمنوا کی تفسیر میں کی جا چکی ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ۔ الآیۃ۔

امانت کا تذکرہ اور اسکی ادائیگی کا حکم

انسان چونکہ فطرۃً مدنی الطبع واقع ہوا ہے۔ اس لئے
اسلام جو کہ دین فطرت ہے ہر اس کام کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔
جس سے باہمی بھائی چارہ اور امداد باہمی کی فضا کو تقویت ملتی ہو۔
لہٰذا اگر کوئی شخص اپنا مال بغرض حفاظت کسی کے پاس بطور
امانت رکھنا چاہئے تو اسلام نہ صرف یہ کہ اسکی اجازت دیتا ہے۔
بلکہ اسے تعاون علی البر قرار دے کر اسکی فضیلت بیان کرتا ہے اور
اس پر ثواب کا وعدہ بھی کرتا ہے۔ ارشاد قدرت ہے" إِنَّ اللَّهَ
يَأْمُرُكُمْ "۔ فقہائے اسلام نے اس سے یہ حکم استنباط کیا ہے۔ کہ جب
بھی مالک امین سے اپنے مال کے واپس کرنے کا مطالبہ
کرے تو اس پر واجب ہے کہ فوراً واپس کر دے۔

امانت کی اہمیت

ائمہ طاہرینؑ کی متعدد احادیث میں وارد ہے کہ تین
باتیں ایسی ہیں کہ جن میں مسلم و کافر اور نیک و بد میں کوئی فرق
نہیں ہے۔ (1) امانت کی ادائیگی واجب ہے خواہ نیک کی ہو یا
بد کی۔ (2) وعدہ کی وفا واجب ہے خواہ نیک سے کیا ہو یا بد سے۔
(3) سچ بولنا واجب ہے خواہ مخاطب نیک ہو یا بد۔ (الخصال،
الوسائل البحار) حتیٰ کہ حضرت امام زین العابدینؑ سے مروی ہے
فرمایا! اگر شمر بن ذی الجوشن وہ خنجر میرے پاس بطور امانت
رکھے جس سے اس نے میرے والد ماجد (سید الشہداءؑ) کو شہید کیا
تھا تو میں وہ بھی واپس کرونگا۔ (وسائل الشیعہ)۔ یہی وجہ ہے کہ
قرآن مجید اہل ایمان کی یوں مدح سرائی فرمائی گئی ہے۔
وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ (مومنون 80)
کہ مومن وہ ہوتے ہیں جو اپنی امانتوں کو ادا کرتے ہیں اور
اپنے عہد کی وفا کرتے ہیں۔

امانت کے بعض اقسام

مالی امانت کی طرح وہ ذمہ داریاں بھی اسمیں داخل ہیں جو کسی معاہدہ یا کسی ذاتی حق کی بنا پر کسی کیلئے کسی پر عائد ہوں۔ جن میں سے اہم خدا کی اوامر و نواہی کی تعمیل ہے۔ لہٰذا اس امانت سے عہدہ برآ ہونا اور انکو مقررہ وقت پر خلوص نیت اور دیگر معینہ شرائط کے ساتھ ادا امانت داری کا اہم جزء ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نماز زکوٰۃ اور حج و صوم کی ادائیگی بھی اداے امانت میں داخل ہے (مجمع البیان) اسی عمومی امانت میں وہ ذمہ داری بھی داخل ہے جو حکمرانوں اور سرداروں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ مخلوق کی فلاح و بہبود کیلئے کام کریں اور امیر و فقیر کے ساتھ انصاف کریں۔ (ایضاً) اسی بیان وکلام سے علماء کرام کی علمی ذمہ داریوں کا بھی انکشاف ہو جاتا ہے۔ بلکہ اگر قدرے گہری نگاہ سے حالات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا مال و جائیداد اور اولاد حتیٰ کہ ہماری جان اور ہمارے اعضاء و جوارح بھی اللہ کی امانت ہیں۔ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ یعنی ۔

درحقیقت مالک ہر شی خداست
ایں امانت چند روزہ نزد ما است

اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حقیقی مالک کی منشا کے خلاف اسکی امانت میں تصرف کرنا جائز نہیں ہوتا بنا بریں ہم پر شرعاً و اخلاقاً واجب و لازم ہے کہ ہم ان چیزوں میں اسی طرح تصرف کریں جس طرح خالق و مالک نے حکم دیا ورنہ ہم خائن قرار پائینگے ۔ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ۔ (خدا خیانت کاروں کو پسند نہیں کرتا) بعض روایات میں وارد ہے کہ "لا ایمان لمن لا امانۃ لہ" جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں ہے (تفسیر کاشف)۔ اور بعض اخبار و آثار میں ترک امانت کو نفاق کی علامت قرار دیا گیا۔ (الخصال)۔

بقیہ باب الاعمال

حاضری دیں اور ان سے علمی استفادہ کریں اور ان سے اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کرائیں۔ نیز وہاں کے غریب علماء و طلباء اور محتاج مؤمنین کی کچھ مالی امداد بھی کریں۔

الی غیر ذلک من الآداب الکثیرۃ وقد اکتفینا منھا بھذہ الآداب الیسیرۃ۔

باب الحدیث

خاموشی اختیار کرنا اور کلام کرنا

از قلم: مفسر قرآن مرجع شیعیان جہان آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس سرگودھا

☆ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کسی آدمی کے بامعرفت ہونے کی یہ علامات ہیں (1) علم (2) حلم اور (3) خاموشی بہر حال خاموشی حکمت و دانائی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور خاموشی محبت کو کھینچتی ہے۔ (اصول کافی)

☆ ابوحمزہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ فرما رہے تھے کہ ہمارے شیعہ گونگے ہوتے ہیں یعنی بہت کم کلام کرتے ہیں۔ (اصول کافی)

☆ راوی کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مولا مجھے کوئی وصیت کریں؟ فرمایا اپنی زبان کی حفاظت کر عزت پائے گا۔ (ایضاً)

☆ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا کہ جناب لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے فرمایا بیٹا! اگر تو سمجھتا ہے کہ بولنا چاندی ہے تو سمجھ لے کہ خاموشی سونا ہے۔ (ایضاً)

☆ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے فرمایا مومن کی نجات اپنی زبان کی حفاظت میں ہے۔ (ایضاً)

بقیہ باب المسائل

(سائل سید ریاض حسین)

الجواب باسمہ سبحانہ: ہاں، چونکہ مدت نفاس زیادہ سے زیادہ دس دن ہوتی ہے لہٰذا اس مدت کے بعد نفساء عبادات کے سب کام کر سکتی ہے۔

سوال نمبر 1: اگر کسی بندے سے زبردستی طلاق دلوائی جائے اور وہ بندہ اس پر راضی نہ ہو تو کیا طلاق واقع ہو جاتی ہے؟ (سائل سید ثقلین عباس)

الجواب باسمہ سبحانہ: فقہ جعفریہ میں طلاق کے صحیح ہونے کی بہت سی شرطیں ہیں ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ بجائے ہوش و حواس اور بلا جبر و اکراہ طلاق دی جائے۔ لہذا جبر و اکراہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

سوال نمبر 2: امام زمانہؑ عجل اللہ فرجہ کے ظہور کی ایک نشانی سفیانی کا خروج ہے یہ سفیانی کون ہوگا۔ اور کہاں سے اور کتنے افراد کے ساتھ خروج کرے گا؟ (سائلہ فاطمہ معصومہ شاہ)

الجواب باسمہ سبحانہ: یہ ٹھیک ہے کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہؑ کے حتمی علامات میں سے ایک علامت خروج سفیانی بھی ہے اور جو کچھ اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ شخص بنو امیہ سے اور ابو سفیان کی نسل سے ہوگا وہ شام سے بڑے لشکر کے ساتھ خروج کرے گا۔ اور مار دھاڑ کرتا ہوا اور لوگوں کے اموال و املاک کو تاراج کرتا ہوا دوسرے ممالک کی طرف بڑھے گا اور امام زمانہ تشریف لا کر اس کا خاتمہ کریں گے۔

سوال نمبر 3: اوجب سے کیا مراد ہے ہمارے ہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عزاداری اوجب ہے۔ وضاحت فرمائیں، فقہ میں اوجب کی کوئی اصطلاح ہے؟ (سائل سید سفیر حسین کاظمی)

الجواب باسمہ سبحانہ: احکام کل پانچ ہیں (1) واجب (2) حرام (3) مستحب (4) مکروہ اور (5) مباح۔ علم فقہ میں اوجب کی کوئی اصطلاح موجود نہیں ہے ویسے اوجب افعل التفضیل کا صیغہ ہے جس کے معنی زیادہ واجب کے ہیں۔

سوال نمبر 4: ایک آدمی کی عمر تقریباً 60 سال ہے جس کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں اور بعض کی شادیاں بھی ہو گئی ہیں سوال یہ ہے کہ جس عورت سے اسکی شادی ہوئی تھی پہلے وہ ایک سنی آدمی کی زوجیت میں تھی شادی کے کچھ عرصہ بعد عورت کے سسر نے اس پر بری نگاہ رکھنا شروع کر دی مگر لڑکی اسکے ہاتھ نہ آئی لڑکی نے اپنے والدین کو یہ معاملہ بتایا اور انہوں نے کسی مولوی کی طرف رجوع کیا تو اس نے بتایا کہ آپ اپنی لڑکی کو گھر لے آؤ چونکہ سسر نے اس پر بری نظر ڈالی ہے اسلئے وہ شوہر پر حرام ہو گئی ہے۔ لہذا طلاق کی ضرورت نہیں اسکی دوسری جگہ شادی کر دیں چنانچہ انہوں نے اس شخص کے ساتھ شادی کر دی یہ شخص پوچھتا ہے کہ اسکی شادی صحیح ہے یا غلط اور اسکی اولاد حلال زادہ ہے؟ (سائل سید سفیر حسین کاظمی)

الجواب باسمہ سبحانہ: اس عالم نے غلط مسئلہ بتایا اور ان لوگوں نے غلط کام کیا سسر کے اپنی بہو پر نظر بد ڈالنے سے بہو

اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوتی۔ یہ عورت اب تک پہلے خاوند کی شرعاً بیوی ہے اور دوسرے شخص سے اسکی شادی باطل ہے اور اولاد بھی غلط ہے۔ مگر جہالت کی وجہ سے ایسا ہوا ہے لہٰذا اس شخص کی اس عورت سے مباشرت وطی بالشبہ کے ہو کر جائز قرار پائے گی اور اولاد جو پیدا ہوئی ہے وہ بھی حرام زادہ نہیں کہلائے گی۔ لہٰذا اب مسئلہ کی وضاحت کے بعد ان کے درمیان میاں بیوی والے تعلقات قائم کرنا حرام ہوں گے اور علیحدگی واجب ہو گی۔

سوال نمبر 5: میں پاکستان میں رہتا ہوں اور میرا بیٹا کینیڈا میں رہتا ہے۔ وہ ایک ہندو لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ وہ مسلمان نہیں ہونا چاہتی۔ وہ کہتا ہے کہ آپ قبول کرلیں سارے ہندو مشرک نہیں ہوتے بعض اللہ کو واحد مانتے ہیں اور وہ اس سے اس جون کو شادی کر رہا ہے آپ اس مسئلہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں؟ (سائل سید علی حسنین جعفری)

الجواب باسمہ سبحانہ: باتفاق تمام فرقِ اسلام ایک مسلمان آدمی کا کافرہ مشرکہ عورت سے عقد و نکاح حرام ہے۔ اگر آپ کے گمراہ لڑکے کے بقول لڑکی اگر مشرک نہیں تو کافر تو ضرور ہے جو کہ منکر اسلام ہے لہٰذا آپ کے صاحبزادے کا اس لڑکی سے نکاح نہیں ہوگا بلکہ کھلم کھلا زنا ہوگا اور جو اولاد پیدا ہوگی وہ حرام زادی ہوگی اسے حتی الامکان سمجھائیں اور اس حرکت سے روکنے کی کوشش کریں۔ واللہ العالم۔

سوال نمبر 6: میرے کچھ دوست نصیری ہیں جب وہ کوئی میسج بھیجتے ہیں یا کوئی چیز شیئر کرتے ہیں تو وہ اس میں حضرت امام علی علیہ السلام کے نام کے ساتھ جل جلالہٗ لکھتے ہیں تو میں اسی طرح آگے میسج دیتا ہوں کیا یہ عمل درست ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: نصیری خارج از اسلام ہیں ان سے مسلمان جیسا سلوک اور برتاؤ کرنا ایک مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے۔ واللہ العالم۔

سوال نمبر 7: کیا علم جفر کا علم اور اس پر عمل کرنا جائز ہے؟ (سائل علی عباس کراچی)

الجواب باسمہ سبحانہ: اس علم کا حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اور یہ شرعی علوم کی فہرست میں شامل نہیں ہے۔

سوال نمبر 8: جب ہم حج پر جاتے ہیں تو کیا مدینہ جا سکتے ہیں اور وہاں کتنے دن رہ سکتے ہیں؟ (سائل سید علمدار حسین شاہ)

الجواب باسمہ سبحانہ: ہاں حج سے فراغت کے بعد مدینۃ النبیؐ جانا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے تاکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ بقیعؑ اور جناب خاتونِ قیامت کی زیارت کا شرف حاصل کیا جائے۔ جس قدر توفیق الٰہی شامل ہو وہاں قیام کرنے میں سعادت حاصل کریں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔

سوال نمبر 9: اعتکاف میں بیٹھنے کا کیا حکم ہے اور اسمیں کون کون سے عمل کئے جاتے ہیں اور اس کا دورانیہ کیا ہے۔ ؟ (سائل مجیب کھوسو)

الجواب باسمہ سبحانہ: جامع مسجد میں اعتکاف بیٹھنا مستحب ہے اور اس کا دورانیہ کم از کم تین دن ہوتا ہے اور شب و روز مسجد میں رہنا اور اللہ کی عبادت کرنا ہی اس عمل کا مقصد ہے اور روزہ بھی رکھنا پڑتا ہے اور بلا ضرورت شرعی مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہوتا اور اسی طرح فضول کلام سے اجتناب کرنا پڑتا ہے۔

سوال نمبر 10: کیا عالمہ یا ذاکرہ وضع حمل کے دس دن کے بعد مجلس پڑھ سکتی ہے اور منبر حسینؑ پر بیٹھ سکتی ہے۔ ؟

بقیہ صفحہ نمبر 11 پر

سیدۃ النساءؑ کا اُسوہ بحیثیت مثالی زوجہ

تحریر: انجینئر محمد طاہر جمیل (دمام، سعودی عرب)

خیر النساء، صدیقۃ الکبریٰ کی ولادت باسعادت 2 جمادی الثانی 5 بعثت کو مکۃ المکرمہ میں ہوئی۔ آپ بیٹیوں میں رسول اکرمؐ کی اکلوتی بیٹی ہیں۔ آپ کی والدہ خاتون اول خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔ وہ باوفا خاتون تھیں جنہوں نے اپنے مقام ومرتبہ اور مال و دولت سے ابتداء اسلام میں آنحضورؐ کی نصرت کی۔ سرور کونین زندگی بھر ام المومنین حضرت خدیجہؑ کی قابل قدر خدمات کو یاد کرتے رہے۔ انکا تذکرہ کرتے ہوئے آپؐ کی آنکھیں آب دیدہ ہو جاتیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے انکے احترام کی وجہ سے انکی زندگی میں کسی دوسری عورت سے شادی نہ کی۔

سیدہ طاہرہؑ کی عمر پانچ سال تھی جب ماں کا انتقال ہوگیا کمسن کیلئے یہ بڑا صدمہ تھا۔ آپ اپنے بابا کے ساتھ رہتیں۔ بانی اسلامؐ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی یہاں بھی کفار مکہ نے سکون سے نہ بیٹھنے دیا۔ ہجرت کے پہلے سال اسلام کا عظیم معرکہ بدر پیش آیا۔ امیر المومنینؑ جن کی عمر 24 چوبیس سال تھی۔ اپنی جوانمردی اور فداکاری کے جوہر دکھائے۔ 70 مقتولین میں سے 35 کو تنہا علیؑ نے قتل کیا اور باقی 35 کے قتل میں بھی مجاہدین کو کمک فراہم کی۔

جنگ بدر کے خاتمہ پر بڑے بڑے نامور افراد نے دختر نبیؐ کے عقد کیلئے درخواست کی۔ جسے آنحضورؐ نے کہہ کر ٹھکرا دیا یہ معاملہ مرضی الہٰی سے قرار پائے گا۔ یہ نقطہ قابل توجہ ہے کہ علمی لحاظ سے زہراؑ کا مقام علیؑ کی طرح بلند ہے۔ علیؑ و زہراؑ مدرسہ پیغمبرؐ کے پہلے شاگرد تھے۔ علیؑ پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ ساتھ رہتے۔ آنحضورؐ علیؑ کو اپنی آغوش میں رکھتے۔ انھیں اپنی خوشبو سنگھاتے۔ ہر روز علم کا ایک باب تعلیم فرماتے۔ وحی کے وقت علیؑ ساتھ ہوتے۔ جو احکام الہٰی انسانوں کیلئے آتے وہ سب سے پہلے آنحضورؐ علیؑ و فاطمہؑ کو بتاتے۔ یہ قابل رد حقیقت ہے کہ مکتب وحی کے پہلے شاگرد علیؑ و زہراؑ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سرور دو عالمؐ کی یہ حدیث زبان زد عام ہوئی۔ لولم یکن علی لما کان لفاطمۃ کفو "اگر علیؑ نہ ہوتے تو زہراؑ کیلئے کوئی کفو ہمسر نہ تھا۔ یعنی فاطمۃ الزہراؑ کا علمی و فکری مقام و منزلت اتنی بلند تھی کہ علیؑ کے سوا کوئی انکا ہمسر ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ (سورہ الرحمٰن آیت نمبر 19) ہم نے دو سمندروں کو جاری کیا۔ معصومؑ نے اس کی تفسیر میں فرمایا یہ اشارہ ہے۔ ایک عصمت وطہارت کا سمندر بحر بے کنار علیؑ ہے تو دوسرا بحر بے کنار زہرا بتولؑ ہے آنحضورؐ کو حکم ہوا حبیبؐ! میں نے اپنی زہراؑ کا عقد عرش پر کر دیا ہے تو فرش پر اعلان کردے پس یکم ذوالحجہ 2 ہجری کو یہ عقد عمل میں آیا۔ ایسا معصوم جوڑا نہ کائنات میں پہلے تھا نہ ہوگا۔ جس میں زوج اور زوجہ دونوں معصوم ہیں بے مثل۔

یہاں سے فاطمہؑ کی زندگی کا دوسرا دور بحیثیت زوجہ علیؑ کا آغاز ہوتا ہے رخصتی کے دوسرے دن رسول اکرمؐ بیٹی کے گھر

آئے۔ درمیان میں رسولؐ ایک طرف علیؑ تو دوسری طرف زہراؑ بیٹھی تھیں۔ داماد سے سوال کیا اپنی زوجہ کو کیسا پایا علیؑ نے جواباً کہا عبادت خدا میں بہترین مددگار پایا۔ کاموں کی تقسیم کرتے ہوئے رسول خداؐ نے فرمایا علیؑ! آج سے باہر کے کام تمہارے ذمہ اور گھر کے اندر کے امور میری بیٹی سرانجام دے گی۔ معصومہؑ اس تقسیم سے بہت خوش ہوئیں۔ اس دور میں عورتیں باہر کے کام جیسے پانی بھرنا، لکڑیاں چننا خود کیا کرتیں۔ لیکن معصومہؑ کو یہ پسند نہ تھا۔

ازدواجی زندگی کے ابتدائی ایام تھے ادھر اسلام پر دشمنوں کے حملے مشرکوں کے دین مٹانے کے منصوبے رسول اکرمؐ کی شمع حیات گل کرنے میں تدبیریں۔ ان کے مقابلے میں زہراؑ کا شوہر علیؑ میدان عمل میں پیش پیش ہے۔ امیر المومنینؑ کی جدوجہد حفاظت دین اور نصرت رسولؐ کیلئے تھی۔ اسلام کے عظیم مجاہد علیؑ جنگوں میں زخم کھاتے ہیں مجروح ہو کے گھر آتے ہیں زہراؑ زخم بھی دھوتی ہیں علیؑ کی دلجوئی بھی کرتی ہیں۔ 3 ہجری احد کا سنگین ترین معرکہ بڑے بڑے بہادر نبی کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر گئے۔ رسول اکرمؐ کی حفاظت کرتے ہوئے حیدر کرار کو سولہ زخم لگے اور خود رسولؐ اکرم کا چہرہ بھی زخمی ہوا۔ ان سنگین حالات میں بھی سیدہؑ نے کسی خوف و ہراس کا مظاہرہ نہیں کیا۔ بلکہ خواتین عالم کو صبر و استقامت کا درس دیا۔ اپنے بابا کے زخموں کی مرہم پٹی کرتیں اس حالت میں کہ آنسوؤں کی لڑی آپکی آنکھوں سے جاری ہوتی۔ اپنے شوہر کا علاج کرتیں اور علیؑ کی خون آلود ذوالفقار کو دھوتیں۔

جنگ احزاب 5 ہجری معرکہ خیبر 7 ہجری خیر النساءؑ کے سامنے پیش آئے آل محمدؐ کے مصائب و آلام تائید حق کیلئے تھے۔

نصرت دین کیلئے تھے اس لئے امام حسینؑ کا یہ فرمانا تھا "هون علی ما نزل بی انه بعین الله" کیونکہ ہم پر پڑنے والے مصائب خدا کی خاطر ہیں۔ اس لئے ان کا برداشت کرنا آسان ہے جبکہ دختر زہراؑ نے میدان کربلا میں اس کو یوں بیان کیا "اللهم تقبل منا هذا القربان" خداوند ہماری طرف سے یہ قربانی قبول فرما۔

آپ سرورکونینؐ کی اکلوتی بیٹی سیدۃ النساء العالمین تھیں اس کے باوجود آپ نے سادہ زندگی گزارنا پسند کی۔ آپ اپنے گھر کا کام خود سرانجام دیتیں امور خانہ جیسے چکی پر آٹا پیسنا، روٹی پکانا، کپڑوں کا دھونا، جھاڑو دینا، خود اپنے ہاتھوں سے کرتیں۔ روایت میں ہے کہ زہراؑ بتول اتنی چکی چلاتیں کہ ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے اور دستہائے مبارک میں گٹے آجاتے۔

حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ اچھی خانہ داری عورت کا جہاد ہے۔ جہاد میں مجاہد زخم کھاتا ہے خوف و خطرات کی حالت میں ہوتا ہے۔ پھر اسے یہ اجر ملتا ہے۔ ایک خاتون خانہ یہ سارا اجر و ثواب اچھی خانہ داری کر کے حاصل کر سکتی ہے۔ آج کل گھروں میں ہر ہر کام کیلئے نوکرانیاں رکھی جاتیں ہیں اور اس پر فخر کیا جاتا ہے لیکن کنیزان زہراؑ جان لیں کہ اس سے وہ اجر و ثواب حاصل نہیں ہو سکتا جو خود کام کرنے سے حاصل ہو گا۔ 7 ہجری میں رسول اکرمؐ نے فضہ جیسی کنیز عطا کی کنیز کے ساتھ بھی مساوات کو قائم رکھا اس کے ساتھ بھی آپکا حسن سلوک یہ تھا کہ ایک دن کا کام فضہ کرتی اور ایک دن آرام۔ فضہ اس وقت کو حصول علم اور عبادت الٰہی میں صرف کرتی تھیں۔ مساوات کا یہ عالم تھا، ایک مرتبہ آنحضورؐ خانہ زہراؑ میں آئے دیکھا کہ بیٹی کی گود میں بچہ ہے۔ ایک ہاتھ سے بچہ سلا رہی تھیں اور دوسرے ہاتھ سے چکی چلا رہی تھیں

سرکار دو عالمؐ کی آنکھیں پرنم ہو گئیں فرمایا بیٹی ایک کام فضہ کو
دیا ہوتا۔ جواباً بی بی نے کہا بابا کام کی آج میری باری ہے۔

مخدومہ کائنات نے اپنے شوہر اور امام وقت کا دفاع کیا

28 صفر 11 ہجری کو جب حضرت رسول اکرمؐ کا انتقال ہوا تو
لوگوں نے اہلبیتؑ کو چھوڑ دیا۔ امت نے اہلبیتؑ کی قدر بھلا دی
علیؑ و زہراؑ پر مصائب توڑے گئے علیؑ امیر کائنات کا حق خلافت
غصب ہوا تو زہراؑ کا فدک چھین لیا گیا لوگوں نے علیؑ کو تنہا کر دیا تو
شہزادی کونینؑ علیؑ کی تنہائی کو مونس و غم خوار بن گئیں۔ حق کے
دفاع اور عصمت و امامت کی گواہی کیلئے آپ کو دربار خلافت میں
آنا پڑا۔ مسجد صحابہ سے بھری ہوئی تھی۔ بتولؑ پردۂ قنات کے پیچھے
آکے کھڑی ہو گئیں۔ ابھی خطبہ شروع ہی نہ کیا تھا کہ زہراؑ کے
رونے کی آواز بلند ہوئی روتے روتے زمین پر بیٹھ گئیں یہ
احساس رولا رہا تھا ہائے بابا!! ابھی تو تیرا کفن بھی میلا نہ ہوا تھا اور
مجھے مردوں سے گفتگو کرنا پڑ رہی ہے۔

احتجاجی خطبہ میں اپنے شوہر کی خدمات کا یوں تذکرہ کیا
"میرے پدر بزرگوار نے مشرکوں کو دبانے کیلئے اپنے بھائی علیؑ
کو بھیجا اس بہادر کی شان یہ تھی کہ اس وقت تک نہ پلٹتا جب تک
اپنے پیروں تلے بہادروں کے سر نہ کچل دے اور فتنے کی آگ نہ
بجھا دے علیؑ خدا کے بارے میں مشقت برداشت کرنے والا،
امر خدا میں پوری کوشش کرنے والا ہر بات میں رسولؐ خدا
کے قریب تھا" مخدومہ کونینؑ نے دربار جا کر ایک طرف باطل کی
شناخت کرائی تو دوسری طرف امامت کی حفاظت کے فریضہ کو
ادا کیا۔ اپنی سیرت سے خواتین عالم کو درس دیا کہ نصرت دین
میں نکلنا جب ناگزیر ہو جائے تو گھر میں نہیں بیٹھنا چاہیے۔ یہی
سیرت دختر زہراؑ کی تھی اگر کوفہ و شام کے بازاروں اور درباروں
میں زینبؑ کے خطبے نہ ہوتے تو مشن امام حسینؑ چھپ جاتا۔ کربلا
کو زندہ رکھنے میں سید سجادؑ اور زینب کبریٰ نے اہم کردار ادا کیا
ہے۔

ایران کے اسلامی انقلاب 1979ء کو کامیاب کرنے
میں کنیزان زہراؑ نے آیۃ اللہ خمینی (رضوان اللہ علیہ) کی سربراہی
میں اہم کردار ادا کیا۔

اسلام نے عورتوں پر فرض قرار دیا ہے کہ وہ اپنے
خاوندوں کی اطاعت کریں شوہر کی اطاعت میں خدا و رسولؐ کی
خوشنودی ہے سیدۃ النساءؑ نے مشکل ترین حالات میں شوہر کی
اطاعت کا نمونہ عمل خواتین عالم کو پیش کیا۔

رحلت رسول اکرمؐ کو گزرے ہوا چوتھا دن تھا فاطمہؑ غم
سے نڈھال بابا کے سوگ میں تھیں جب ایک گروہ آگ و
لکڑیاں لے کر در علیؑ پر آیا دھمکی کے انداز میں کہا "علیؑ کو باہر نکالو
ورنہ ہم اس گھر کو آگ لگا دیں گے" بی بی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی
دروازہ کی پشت کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ اور فرمایا! کیا تم اس گھر کو
آگ لگا دو گے جس میں حسنؑ و حسینؑ رہتے ہیں جس میں رسولؐ کی
بیٹی رہتی ہے باہر سے آواز آئی "وانْ" "رہتی ہے تو رہتی رہے
ہمیں اسکی کوئی پرواہ نہیں۔ اندر سے زہراؑ کی چیخ بلند ہوئی آواز
آئی "وَاَبتاہ یا رسول اللہ" ابھی فاطمہؑ دروازے کے پیچھے
کھڑی تھیں کہ دروازے پر ایسی ضرب لگی کہ آگے دروازہ پیچھے
پتھر کی دیوار اور درمیان میں آگئی رسولؐ کی دختر۔ دروازے کی
ضرب سے زخمی ہو کر زمین پر بیٹھ گئی و غشی کی حالت میں چلی گئی
لوگ علیؑ مولا کو باہر لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔ علیؑ مولا
کو مسجد لے جایا گیا۔ زہراؑ کی طبیعت سنبھلی معلوم ہوا کہ حیدر کرارؑ
گھر میں نہیں روتی ہوئی بابا کی قبر پر آئیں۔ چاہا کہ نبیؐ کی قمیص کو

اپنے سر پر رکھیں اور بددعا کریں بددعا کا ارادہ کرنا تھا کہ عذاب کے آثار نمودار ہونے لگے فضاء کا رنگ بدلنے لگا۔ پرندوں کی پروازیں رک گئیں امیر کائنات نے منظر دیکھا تو فوراً سلمان فارسیؓ سے فرمایا جاؤ اور رسولؐ کی بیٹی سے کہو بددعا کا وقت نہیں صبر کیجئے۔ جیسے ہی علیؑ کا حکم سنا بتول عذراؑ نے شوہر کی اطاعت کرتے ہوئے بددعا کا ارادہ ترک کیا اور صبر کی سِل سینے پر رکھ لی۔

کسی نے بعد از شہادت سیدہ فاطمہؑ، امیر المومنینؑ سے پوچھا کہ فاطمہؑ کیسی تھیں؟ علی حیدر کرارؑ نے سرد آہ بھری۔ آنکھوں میں آنسو چھلک آئے اور جواباً فرمایا خدا کی قسم وہ جنت کا ایک پھول تھیں جن کے اس دنیا سے اٹھ جانے کے بعد بھی خوشبو محسوس کرتا ہوں۔

عظمت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور شہادت

شہر مدینہ میں زینبؑ کے پردے کا اتنا خیال لیکن کربلا میں شام غریباں کو بازار کوفہ میں ہوتے تو تب آپ کے دل پر کیا گزرتی؟؟؟؟؟؟؟۔

(بحوالہ از تاریخ اعلام صفحہ 449 تا 459)

ام المومنین حضرت بی بی ام سلمہ سلام اللہ علیہا کے حالات زندگی

تحریر مولانا ملازم حسین سیوڑہ آف لیہ

اس بی بی کا نام ہند تھا والد کا نام ابو امیہ تھا۔ آپ کی والدہ رسول اکرم ﷺ کی پھوپھی جناب عاتکہ بنت عبد المطلبؑ تھیں۔ حضرت ام سلمیٰ کی پہلی شادی اپنی خالہ کے بیٹے عبداللہ بن عبد الاسد سے ہوئی۔ جس سے آپ کے چار فرزند پیدا ہوئے۔ سلمیٰ، عمر، زینب اور درہ۔ اپنے بیٹے سلمیٰ کی وجہ سے آپ کی کنیت ام سلمیٰ مشہور ہوئی اور آپ کے شوہر کی کنیت ابو سلمیٰ پڑ گئی۔ آپ کا بیٹا عمر جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کے ساتھ ہر جنگ میں ہمراہ رہا اور آپ کے دور حکومت میں بحرین کا گورنر رہا عبداللہ بن عبد الاسد سابق الاسلام بزرگواروں میں سے تھے اس طرح حضرت ام سلمیٰ بھی یہ دونوں بزرگوار یکبار جناب رسالت مآب ﷺ کے دست حق پر بیعت اسلام سے مشرف ہوئے۔ حضرت ام سلمیٰ نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی چنانچہ آپ کے صاحبزادے سلمیٰ کی پیدائش حبشہ میں ہوئی۔ پھر حبشہ سے مکہ میں آئیں اور مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرما گئی۔ ان کے شوہر ابو سلمیٰ بہت بڑے شجاع تھے اور مشہور شہسوار غزوات بدر و احد میں ان کی نمود اریاں اور جان نثاریاں تاریخ اسلام میں یادگار رہیں۔ غزوہ احد میں یہ زخمی ہو گئے تھے اور زخم بھی کچھ ایسے کاری لگے کہ جانبر نہ ہو سکے اور شہدائے احد کے حسنات و درجات پر فائز ہو گئے۔

ہجرت کے چوتھے سال آپ پاک پیغمبر ﷺ کے حبالہ عقد میں آئیں یوں آپکی قابل رشک زندگی کا آغاز ہوا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد جناب ام سلمیٰ کو پاک پیغمبرؐ کے ہاں ایک امتیازی مقام حاصل تھا۔ ان کے فضائل بھی بہت زیادہ ہیں۔

آپ نے جنگ جمل سے قبل حضرت عائشہ کو حضرت علیؑ سے جنگ سے باز رکھنے اور پیروی کرنے کی غرض سے خط بھی لکھا اور " وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ "(سورہ الاحزاب آیت 33)(اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو) کا حکم قرآن بھی یاد دلایا۔ لیکن انہوں نے تسلیم نہ کیا اس کے علاوہ آپ نے حضرت علیؑ کے فضائل و مناقب بھی یاد دلائے مگر حضرت عائشہ نے کوئی توجہ نہ دی۔

آخر کار حضرت ام سلمیٰ نے اپنے بیٹے عمر بن ابی سلمیٰ کے ہاتھ جناب امیر علیہ السلام کی طرف مدینہ سے کوفہ خط روانہ فرمایا اور اس امر کی اطلاع دی کہ حضرت عائشہ بصرہ کی طرف روانہ ہو چکی ہیں۔

جناب ام سلمیٰ نے حدیث "نحن معاشر الانبیاء لا نورث ولا نورث "کو وضعی ٹھہرایا جس وقت حضرت امیر المومنین نے جنگ جمل کے لئے روانگی فرمائی تو جناب ام سلمیٰ نے اپنے

بیٹے عمر بن ابی سلمیٰ کو آپ کے ساتھ روانہ فرمایا ساتھ یہ بھی پیغام بھیجا کہ اگر رسول اکرمؐ نے گھر سے نکلنے پر پابندی نہ لگائی ہوتی تو میں ضرور آپ کی نصرت کیلئے گھر سے باہر آتی اور آپ کی نصرت کرتی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد حضرت زہراؑ کی مراقبت حضرت فاطمہ بنت اسدؑ کے ذمہ رہی ان کی وفات کے بعد یہ وظیفہ حضرت ام سلمیٰ کے سپرد ہوا اس اعزاز کے ملنے پر تو ایک بی بی خوش بھی ہوئی لیکن یہ سن کر حضرت ام سلمیٰ نے فرمایا: "لوگ کہتے ہیں کہ میں حضرت زہراؑ کی استاد اور مربیہ ہوں لیکن قسم بخدا بات یہ ہے کہ وہ میری استاد اور مربیہ تھیں"۔

ایک دن پیغمبر اکرم ﷺ نے گوسفند کی پوست طلب کی پھر آپؐ نے کچھ مطالب بیان فرمائے جن کو جناب امیرؑ نے اس پوست پر تحریر فرمایا بعد ازیں اس پوست کو جناب ام سلمیٰ کے حوالے فرمایا ان کی کچھ علامات بھی تحریر فرمائیں ان علامات کی بناء پر یہ پوست ان کے حوالہ کرنی تھیں جس شخص میں یہ علامات موجود ہوں۔ جب جناب امیر علیہ السلام کو خلافت ظاہری ملی تو ام سلمیٰ نے یہ پوست آپ کے حوالہ کی۔

اس بی بی کی چونکہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ والہانہ محبت و الفت تھی اس لئے جب امام حسینؑ عازم مکہ ہوئے تو جناب ام سلمیٰ آپ کے ساتھ آئیں اور جو اخبار آپ کی شہادت کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ سے سن چکی تھیں ان کی بناء پر آپ کو روکا تو امام حسینؑ نے آپ کو اپنا مقام شہادت اور مقام دفن اور اپنے اصحاب کے دفن کے مقامات بالاعجاز امامت دکھا کے پھر اس تربت طیبہ کی خاک اٹھا کر ان کے حوالے فرمائی یہ خاک روز عاشور تک جناب ام سلمیٰ کے پاس رہی جب روز عاشور کو اس بی بی نے حالت خواب میں پیغمبر اکرم ﷺ کو پریشان پایا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ "اے ام سلمیٰ میرا حسینؑ شہید کر دیا گیا ہے" جب آپ خواب سے بیدار ہوئیں تو وہ خاک جو امام حسینؑ نے آپ کے حوالہ کی تھی وہ دیکھتے ہوئے تازہ خون میں بدل چکی تھی۔

ازواج پیغمبر اکرم ﷺ میں سب سے آخر میں 10 محرم الحرام 62 یا 63 ہجری میں اس بی بی نے 84 سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت ام سلمیٰ سے کل 370 حدیثیں مروی ہیں جن میں سے 3 حدیثوں کو بخاری نے 12 کو مسلم نے جبکہ باقی احادیث کو دوسرے محدثین نے اپنی تصنیفات و تالیفات میں درج کیا ہے۔

عظمت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور شہادت

تحریر: مولانا صادق حسن

اور معصومؑ کے نزدیک احادیث کو جمع کرنا اہم کام تھا تو فقط گھر سے باہر نکلنے والے آئمہ معصومینؑ ہی نہیں تھے بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ گھر میں بیٹھنے والی فاطمۃ الزہراؑ اور ان کی بھی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ میرے بابا کے جتنے مسئلے اور حدیثیں ہیں میرے بابا کے جتنے فرمان ہیں وہ سب محفوظ ہو جائیں۔ ورنہ کیا ضرورت ہے فاطمۃ الزہراؑ کو کہ روزانہ مسجد نبویؐ میں یہ منظر لوگ دیکھتے ہیں کہ ہر نماز کے بعد پیغمبر اسلام نمازیوں کو بٹھاتے ہیں۔ اور بٹھانے کے بعد دین کے کچھ مسائل خدا کی کچھ باتیں کچھ نہ کچھ ضرور خطاب کرتے ہیں۔ ہر نماز کے یہاں لوگوں کیلئے ہفتہ میں ایک گھنٹہ سننا دشوار ہو جاتا ہے۔ اور وہاں ہر نماز کے بعد لوگوں کی بیٹھنا پڑتا ہے اور بیٹھنے والوں میں فقط وہ لوگ نہیں ہوتے جو اس کے محتاج ہیں بلکہ وہ بھی بیٹھتے ہیں جو اس کے محتاج نہیں ہیں علیؑ بھی بیٹھتے ہیں حسنؑ بھی اور حسینؑ بھی بیٹھتے ہیں اور تاریخ کا فقرہ ہے جب پیغمبر اسلامؐ کی تقریر ختم ہوگی جس کے بعد لوگ مسجد سے نکلے اور اپنے اپنے کاموں کو لگ گئے جو کھیتی باڑی کرتا ہے وہ کھیتوں کی جانب چلا گیا جو کاروبار کرتا ہے وہ دکان کی جانب آگیا۔ جو مزدوری کرتا ہے وہ اپنے حاکم کے پاس چلا گیا اور بچے اپنے اپنے گھروں کو پلٹتے ہیں۔

ادھر حسنؑ گھر میں داخل ہوتے ہیں اور ادھر پہلا سوال فاطمۃ الزہراؑ کرتی ہیں اپنے بیٹے سے وہ یہی ہوتا ہے کہ بیٹا بتاؤ آج تمہارے نانا نے مسجد میں کیا بتایا ہے۔ اور امام حسنؑ ایک ایک بات اپنی ماں کو بتا رہے ہیں یہ امام حسنؑ اس بات کے محتاج ہیں کہ وہ پیغمبر اسلامؐ کی صحبت میں بیٹھ کر کچھ استفادہ کریں اس اعتبار سے کہ امامؑ کائنات کا ماہر ہوتا ہے اور نہ (نعوذ باللہ) جناب سیدہؑ کو کوئی احتیاج ہے۔ اس علم کے حاصل کرنے کی لیکن ایک سنت قائم کی جاری ہے ایک طریقہ قائم کیا جا رہا ہے۔ تاکہ بعد میں آنے والی امت کی ساری عورتیں اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ جتنا اہم کام گھر کے مردوں کیلئے تعلیم کو حاصل کرنا ہے اتنا ہی گھر کی عورتوں کیلئے اس کی تعلیم حاصل کرنا اہم ہے۔ اور اگر گھر کی عورتوں کے پاس اتنا وقت نہ ہو تو خود کسی عالم کے پاس جا کر مسائل کو سیکھیں تو اپنے بچوں کی مدد سے علم دین حاصل کریں کہ جن کا فرض ہے بھیجنا تاکہ وہ جائیں اور سیکھ کر آئیں ان کی مدد سے مسائل کو سیکھا جائے یہ روزانہ کی سنت ہے جو پیغمبر اسلامؐ کے گھر میں قائم ہوتی ہے اور پھر ایک سنت اور پیغمبر اسلامؐ نے قائم کی اور ایسی سنت ہے کہ اس پر عمل مستحب ہے یہ کہہ دینا فلاں عمل سنت محمدیؐ ہے اس کا مطلب نہیں کہ ہم کو چھوڑ سکتے ہیں پس سنت کے معنی پیغمبرؐ نے جو کام کیے وہ کرے ہر کام جو پیغمبرؐ نے کیا وہ سنت ہے مثلاً نماز ہی پڑھی ہے سنت رسول بھی اور واجب بھی ہے بعض مستحب کام ہیں جو پیغمبرؐ نے کیے مثلاً نماز شب پڑھی تو داڑھی کے بارے میں یہ

کہہ دینا کہ یہ سنت رسولؐ ہے اس سے یہ کب کہا جاسکتا ہے کہ یہ مستحب کام ہے اسے چھوڑا بھی جاسکتا ہے سنت رسولؐ ہے حج سنت رسولؐ ہے روزہ خمس اور زکوٰۃ بھی سنت رسول ہے اس کا مقصد نہیں کہ یہ سنت رسول ہے ہم اس کو ترک کردیں لیکن ایک پیغمبرؐ کی ایسی سنت ہے کہ تمام مسلمان گواہی دیتے ہیں کہ وہ سنت پیغمبرؐ انجام دیتے تھے لیکن کوئی اس پر عمل کرنے والا نظر نہیں آتا اور وہ سنت ہے جسے تمام محدثین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے حتیٰ کہ عام ترین کتابوں صحیح ترمذی میں بھی اس کا ذکر ہے کہ جب بھی "اذا دخلت فاطمہ قام علیہا رسول اللہ کہ جب بھی فاطمہ پیغمبرؐ کے پاس تشریف لاتی تھیں تو پیغمبر اسلامؐ ایک مرتبہ کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ قام علیہا رسول اللہؐ پس ایک مرتبہ فاطمہ کو آتے دیکھ کر پیغمبرؐ کھڑے ہوجاتے تھے اور تاریخ کا یہ فقرہ ہے کہ پیغمبر اسلام فاطمہ کو آتا دیکھ کر کھڑے ہوجاتے تھے فاطمہ آتی تھیں یعنی دور سے بیٹی کو دیکھا تو باپ کھڑا ہوگیا فاطمہ آتی تھی اور پیغمبر خود اپنے مقام پر جناب فاطمہ کو بٹھاتے تھے۔ پیغمبر اسلام اپنی نشست پر اپنے مقام پر پھر خود بیٹھتے تھے جب پیغمبر کا ہر عمل سنت ہے اور مسلمانوں میں پیغمبرؐ کے سنت عمل پر اتنا عمل کرنے کا شوق ہے کہ تاریخ یہ بتاتی ہے مثلاً عبداللہ ابن عمر کا واقعہ کہ ایک درخت اس کے چاروں طرف مصلیٰ بچھا کے نماز پڑھ رہے ہیں گھبرا کے کہا گیا بات ہے آیا اتنی نمازیں اس درخت کے اس پاس کیوں پڑھ رہے ہیں کہا اس درخت کے نزدیک پیغمبرؐ نے نماز پڑھی تھی اب مجھے پتہ نہیں کس مقام پر نماز پڑھی تھی لیکن پیغمبر کا عمل میں چاہتا ہوں کہ اس کا ثواب حاصل کروں اس لئے میں ایک ایک چپے پر نماز پڑھ رہا ہوں کہ اس میں سے وہ کوئی مقام تو ہوگا جہاں پیغمبرؐ نے نماز پڑھی ہے اور مجھے سنت رسولؐ پر عمل کا ثواب مل جائے گا یعنی پیغمبرؐ کے صحابی اور ماننے والے اتنی احتیاط کے ساتھ پیغمبرؐ کی سنت پر عمل کا سوچا کرتے تھے مگر ایک روایت بھی نہیں بتاتی کہ کبھی کسی صحابی نے اس سنت پر عمل کیا ہو کہ اسکی بیٹی آتی ہو اور وہ اپنی بیٹی کو دیکھ کر کھڑا ہو جاتا ہو حتیٰ کہ وہ بیٹیاں جو ظاہری اعتبار سے اس قابل بھی ہوگئیں کہ ان کا احترام کیا جائے کتب احادیث میں کسی ایک کتاب میں بھی تذکرہ نہیں ہے کہ کسی باپ نے اپنی بیٹی کے ساتھ اس طرح تعظیم کی ہو جس طرح پیغمبرؐ اپنی بیٹی کی کیا کرتے تھے حتیٰ کہ ہمارے سامنے ہمارے آئمہ کا بھی عمل ہے مگر ایک روایت ایسی نہیں ملتی کہ کسی امامؑ نے بھی اس سنت پر عمل کیا ہو جناب زینب کا مقام ومرتبہ کتنا بلند ہے لیکن کہیں نہیں ملا کہ زینب آتی ہیں اور مولا علی کھڑے ہوجاتے ہیں مگر وہ رشتہ ہی الگ ہے۔ مگر پوری تاریخ معصومؑ میں کہ کسی معصوم باپ نے اس سنت پر عمل کیا ہو یہاں تک کہ جناب امام حسینؑ کے سکینہؑ کے بارے میں کیسے کیسے فقرے ہیں کتنی محبت کا اظہار ہے لیکن کہیں نہیں لکھا کہ جناب سکینہ آتی ہوں اور جناب امام حسینؑ اپنے مقام پر کھڑے ہوجاتے ہوں اس کے بعد آٹھویں امامؑ کی بہن معصومہ قمؑ جن کی جلالت کا اندازہ اسی سے کریں کہ معصومہ نہیں ہیں مگر انہیں معصومہ کا لقب دے دیا گیا اس لئے کہ ہماری اصطلاح میں معصوم تو صرف چودہ ہیں ان کے علاوہ کوئی معصوم نہیں مگر ان کی جلالت اور عظمت کہ معصومہ نہیں ہیں مگر انہیں معصومہ کے لقب سے پکارا جاتا ہے لیکن یہ کسی تاریخ میں نہیں ملتا کہ معصومہ قم کو دیکھ کر ساتویں امامؑ کھڑے ہوجاتے ہوں جناب حکیمہ خاتون کتنی عظیم ترین شخصیت ہے ان کی کہ اسرار امامت ان کو سونپے جارہے تھے۔ دسویں

امامؑ ان کو امامت کے راز دے کر جا رہے تھے مگر نظر نہیں آتا
کسی بھی روایت میں کہ یہ آتی ہوں اور دسویں امام کھڑے ہو
جاتے ہوں تو اب یہ تمام کی تمام تاریخوں میں موجود ہے کہ فاطمہؑ
آتی ہیں اور رسولؐ کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس وقت تک کھڑے
رہتے ہیں جب تک جناب فاطمہؑ کو نہیں بٹھاتے ہیں۔

لیکن اس کے بعد کسی باپ کا اپنی بیٹی کے بارے میں یہ
عمل نظر نہیں آتا کہ باپ اپنی بیٹی کو دیکھ کے کھڑا ہو جاتا ہو۔ فقط
رسولؐ کا عمل فاطمہؑ کے بارے میں نظر آتا ہے تو یہاں پر فقط میں
ایک چیز کی وضاحت کرنا چاہ رہا ہوں کہ ہم میں سے بہت سے
صاحبان ایمان ایسے ہیں کہ رسولؐ کی فاطمہؑ سے محبت بیٹی ہونے
کی وجہ سے تھی یا یہ خیال کیا جاتا ہے کہ رسولؐ کی ایک بیٹی تھی نسل
رسالت انہی سے چلنے والی تھی اس لئے رسولؐ کو اپنی بیٹی سے
بہت محبت تھی۔ اور مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ یہ خیال
کرتے ہیں اگر فقط رسولؐ کی یہ عظمت رسولؐ کا یہ تعظیم کیلئے کھڑا ہونا
اگر اس لئے تھا کہ بیٹی آ رہی ہے اس لئے کھڑا ہو رہا ہے کہ قیامت
تک کے ہر باپ کیلئے سنت بن جاتا ہے کہ جب اس کی بیٹی
آئے تو وہ اس کی تعظیم کیلئے کھڑا ہو جائے۔ مگر نہ اصحاب میں اور نہ
آئمہؑ میں ہمیں نظر آتا ہے تو پتہ چلا کہ یہ فقط باپ اور بیٹی کا رشتہ نہیں
تھا ورنہ ہر بیٹی کو دیکھ کر باپ کھڑا ہو جاتا۔ یہ خود فاطمہؑ کی عظمت تھی
یہ فاطمہ کا مقام و مرتبہ تھا کہ جس کی وجہ سے پیغمبرؐ فاطمہؑ کے لئے
کھڑے ہو رہے ہیں یہ باپ بیٹی کیلئے نہیں کھڑا ہو رہا بلکہ ایک اللہ
کا رسولؐ صاحب فضیلت خاتون کو دیکھ کر اس لئے کھڑا ہو رہا ہے کہ
یہ فاطمہؑ کی عظمت ہے فاطمہ عظمت کی اس معراج پر ہیں۔ پھر
ذہن سے نکال دیں باپ بیٹی کیلئے نہیں کھڑا ہو رہا۔ یہ رسالت
فاطمہ کیلئے کھڑی ہو رہی ہے تو پتہ چلا سنت یہ نہیں ہے کہ باپ اپنی
بیٹی کی تعظیم کرے سنت یہ ہے کہ کلمہ پڑھنے والا فاطمہؑ کی تعظیم
کرے وہ باپ اور بیٹی کے رشتہ کو نکال دیں تو اب بیٹی کیلئے
باپ کا کھڑا ہونا سنت نہیں بلکہ فاطمہؑ کی تعظیم کرنا یہ سنت رسولؐ قرار
پاتی ہے اور جس نے بھی فاطمہؑ کی تعظیم میں جس نے بھی کسی قسم کی
کمی کی وہ براہ راست رسالت کی توہین کا مجرم قرار پایا۔ لیکن میں
اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا میں فقط ایک چیز کی وضاحت کرنا
چاہتا تھا کہ یہ فاطمہؑ کی عظمت ہے۔ جس کی وجہ سے رسولؐ کھڑے
ہو رہے تھے یہ بیٹی کی محبت نہیں ہے جو رسولؐ کو کھڑا کر رہی ہے۔
یہ عظمت فاطمہؑ ہے تو جب عظمت فاطمہؑ یہ ہے اور پھر آ کر دیکھئے
اس عظمت فاطمہؑ کے باوجود کیا سبب ہے کہ وہ پیغمبرؐ جو مالک
مختار ہے اس کائنات کا بھی اور ظاہری اعتبار سے پورے مدینے
کی حکومت اس کے پاس ہے اور اسکی بیٹی کی یہ کیفیت ہے پیغمبرؐ
تو پھر بھی باپ ہے عام مسلمان بھی دیکھتے ہیں۔ تو آنکھوں سے
آنسو جاری ہو جاتے ہیں آپ نے تاریخ میں پڑھا ہوگا کہ جب
اصحاب کسی کام کے سلسلے سے حجرہ فاطمہؑ میں آتے تھے۔ فاطمہ کو
اطلاع ملتی تھی کہ میرے بابا کا کوئی صحابی آیا ہے جابر ابن عبداللہ
انصاریؓ سلمان فارسیؓ، کتنے ہی ایسے واقعات ہیں جابر ابن عبد
اللہؓ روتے ہوئے مسجد نبوی میں آئے پیغمبرؐ نے پوچھا جابر! رو
کیوں رہے ہو کہا اللہ کے رسولؐ میں ابھی ایک کام سے حجرہ فاطمہؑ
میں گیا تھا فاطمہؑ نے جابر کو آتے دیکھا تو پردے میں چلی گئیں
جابر کی نگاہ اس چکی پر پڑی جو صحن میں رکھی ہوئی تھی جابر نے
دیکھا چکی کو وہ دستہ جس سے اس کو چلایا جاتا ہے اس پر فاطمہؑ کے
ہاتھوں کا خون لگا ہوا ہے جابر یہ منظر دیکھتے ہیں جابر کی آنکھوں
میں آنسو آ جاتے ہیں روتے ہوئے کہتے ہیں اللہ کے رسولؐ میں
نے یہ منظر دیکھا تھا جب یہ عام صحابیوں کی حالت ہے تو پیغمبرؐ تو

باپ میں کیا قیامت دل پر گزرتی ہو گی جب یہ منظر پیغمبرؐ روزانہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوں گے۔لیکن پھر کیا مسئلہ فاطمہؑ کو زندگی کے اس ابتدائی مرحلے میں کوئی کنیز نہیں دی جا رہی ہے۔چکی فاطمہؑ بی کو پیسنا پڑے گی گھر میں جھاڑو فاطمہؑ بی کو دینا پڑے گا گھر کا سارا کام فاطمہؑ بی کو کرنا پڑے گا یقیناً پیغمبرؐ کو پتہ ہے کہ میری بیٹی سیدۃ النساء العالمین ہیں قیامت تک کی ہر عورت کی سردار ہیں اب میری امت میں قیامت تک جو آنے والی عورتیں ہیں ان میں سے ہر ایک اتنی مال دار نہ ہوگی کہ کوئی کنیز رکھ سکے کوئی خادم رکھ سکے اب اگر ان کے سامنے سیرت فاطمہؑ کا یہ پہلو نہ ہوتا تو بعد والی عورتوں کیلئے یقیناً زحمت و پریشانی تھی مگر اب کتنا اطمینان ہو گا کہ امت کی غریب عورت کیلئے بھی اگر مجھے گھر میں جھاڑو دینا پڑتی ہے تو کوئی حقارت کی بات نہیں یہ وہ کام ہے جو میری شہزادی بھی کر کے گئی ہیں۔اب اگر مجھے گھر میں کھانا پکانا پڑتا ہے اور غربت کی ماری گھر میں کھانا پکا رہی ہے دوپہر کی گرمی میں چولہے کے پاس بیٹھی ہے اس کے دل میں اطمینان ہو گا کہ یہ میرے لئے ذلت نہیں ہے اس لئے کہ میری شہزادی بھی ،میں تو فقط کھانا پکا رہی ہوں وہ تو چکی پیس کے پہلے آٹا تیار کرتی تھیں اور اسکے بعد اس سے کھانا تیار کرتی تھی رسولؐ کو پتہ ہے کہ میری بیٹی قیامت تک کی عورتوں کی سردار ہے اب میری بیٹی کا عمل ہر زمانے کی عورت کیلئے نمونہ عمل بننے والا ہے اب غریب سے غریب اور مظلوم سے مظلوم عورت بھی جو تمام گھر کا کام کرنے پر مجبور ہے جو گرمی کی شدت میں کھانا پکانے پر مجبور ہے اسے کم سے کم یہ اطمینان ضرور ہے کہ جو کام میں کر رہی ہوں اور کوئی نہ کر رہا ہو میرے ماحول اور معاشرے میں۔مگر رسولؐ کی بیٹی تو یہ کام کرتی رہی ہے اللہ کے رسولؐ کی بیٹی تو اس منزل سے گزر چکی ہے جب امت کو یہ پیغام دے دیا اب اس کے بعد پیغمبر اسلامؐ ایک سبق اور دینا چاہتے ہیں امت کو یہ اہم ترین سبق ہے ہم نے اس چیز کو بھلا دیا جو ہمارے تمام خاندانی جھگڑوں کی بنیاد ہے جو ہمارے تمام خاندانی جھگڑوں کا آغاز ہے ایک وقت گزرا ایک زمانہ گزرا اب مدینے میں علیؑ کے گھرانے سے زیادہ غریب نہیں ہے اب وہ دور آ گیا کہ مدینے کے لوگ خوشحال ہو گئے مدینے کے لوگ مالدار ہو گئے اب مدینے میں سب سے غریب گھرانہ اہلبیتؑ کا رہ گیا۔اگرچہ اس مقام پر بعض محققین نے کہا ہے کہ غربت کے بارے میں ایسی روایات بھی بیان کی جاتی ہیں کہ یہ دشمنانِ اہل بیتؑ کی بنائی ہوئی ہیں۔لیکن اب یہ ظاہر ہے کہ سب سے غریب گھرانہ اب اہلبیتؑ کا ہے ایک مرتبہ بیٹی باپ کے پاس جاتی ہے یہ سن کر کہ مدینہ کے اندر کنیزیں آئی ہیں کہ تمام مسلمانوں میں تقسیم ہو رہی ہیں کنیزوں کے تقسیم ہونے میں ذہن میں کوئی اور خیال نہ آئے کنیزوں کو تقسیم کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کنیزوں کی پرورش کی ذمہ داری اس کنیز کی تم پرورش کرو اس کی تم دیکھ بھال کرو بیٹی باپ کے پاس پہنچی باپ کے پاس جانے کے بعد خواہش ظاہر کی کوئی تعجب نہیں اپنے زخمی ہاتھوں کو بابا کے سامنے رکھ دیا ہو پیغمبرؐ اسلام کیلئے یہ منظر ہی کافی ہوگا مگر ابھی بیٹی کی فضیلت و عظمت امت کو بتانا ہے کہا بیٹی بتاؤ کہ کیا تمہیں ایک کنیز دے دوں یا ایک ایسی تسبیح بتا دوں جو دنیا و آخرت کی تمام چیزوں سے افضل ہے فاطمہؑ سمجھ گئیں کہ یہ میرا امتحان ہے بیٹی کی زبان پر یہی جواب آیا کہ بابا مجھے وہ تسبیح چاہئے کنیز نہیں چاہیے وہ اپنے پروردگار کی وہ تسبیح چاہئے جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے پیغمبرؐ ایک تسبیح بتاتے ہیں۔فاطمہؑ آ جاتی ہیں۔اب فاطمہؑ کی جانب سے کوئی

خواہش نہیں مگر ایک دن خود پیغمبر اسلامؐ ایک کنیز جس کا نام فضہؓ
ہے فاطمہؑ کے گھر میں بھجواتے ہیں اور فاطمہؑ کی ذمہ داری لگاتے
ہیں کہ یہ کنیز تمہارے گھر میں پرورش پائے گی۔ کیا عظمت ہے سیدہؑ
کے اس گھرانے کی کہ ایک کنیز فضہؓ آتی ہے دنیا میں جتنی حکمران
عورتیں ہیں آج کسی کے بچے کو بھی اس کا نام یاد نہیں لیکن فضہؓ کا
نام ایک ایک بچے کی زبان پر موجود ہے اب فضہؓ آتی ہیں
بہت ہی مشہور روایت ہے مگر میں آپ کے سامنے سبق بیان کرنا
چاہتا ہوں کہ فضہؓ آتی ہیں آنے کے بعد پہلی بات تو یہ طے پاتی
ہے کہ ایک دن فضہؓ کام کرے گی ایک دن فاطمہؑ کام کرے گی۔
یہ بات ذہن میں رہے کہ جب فاطمہؑ کام کرے گی تو کس کیلئے
کریں گی فقط علیؑ کیلئے نہیں فقط حسنینؑ شریفین کیلئے نہیں فقط زینبؑ و
ام کلثومؑ کیلئے نہیں فضہؓ کیلئے بھی کھانا فاطمہؑ تیار کرے گی فضہؓ کے
لباس کو بھی فاطمہؑ دھوئے گی فضہ کا بستر بھی آج فاطمہؑ بچھائیں گی۔
کام اس طرح تقسیم ہوا کہ ایک دن سارا کام فضہؓ کو کرنا ہے اور
ایک دن سارا کام بی بی فاطمہؑ کو کرنا ہے اور جو فاطمہؑ کو کام کرنا ہے
اپنا اور صرف گھر والوں کا نہیں اس کنیز کا کام بھی فاطمہؑ کو کرنا ہے
جن کا نام ہے فضہؓ، آج دنیا بہت ترقی کے بعد اس منزل کو پہنچی
ہے کہ ہفتے میں ایک دن ملازم کو چھٹی دی جاتی ہے بعض ترقی
یافتہ ممالک میں ہفتے میں دو دن چھٹی ہوتی ہے مگر اتنی ترقی
کے باوجود یہ دیکھئے کہ اہلبیتؑ کی سیرت سے ابھی دنیا ہزاروں
سال پیچھے ہے۔ جہاں یہ بتایا جاتا ہے کہ جتنی چھٹی تم نے لینا ہے
اتنی چھٹی اپنی کنیز اور غلام کو بھی دینا ایک دن فاطمہؑ کا کام یہاں
تک آپ کا سنا ہوا واقعہ ہے اب مجھے فقط یہ عرض کرنا ہے یہ بات تو
طے پا گئی کہ میں نے ساری روایتیں اور کتابیں دیکھ ڈالیں
ضعیف سے ضعیف روایت میں مجھے یہ نہیں ملا کہ کبھی یہ اصول ٹوٹا
ہو کہ فاطمہؑ نے دو دن آرام کر لیا ہو اور فضہؓ کو دو دن کام کرنا پڑا
ہو لیکن یہ مجھے نظر آتا ہے تاریخ کے اندر کہ اصول اس طرح ضرور
ٹوٹتا ہے کہ فضہؓ نے زیادہ آرام کیا ہے اور فاطمہؑ نے زیادہ کام کیا
ہے۔ وہ سورہ ھل اتیٰ کی مشہور روایت کہ جب تین دن مسلسل روزہ
رکھا گیا اور تمام تاریخوں میں موجود ہے کہ تینوں دن فاطمہؑ نے
کام کیا تھا یعنی یہ تین دن وہ تھے جس میں فضہؓ کی چھٹی تھی اب
بس ایک بات اور ذہن میں رہے کہ جس دن فاطمہؑ کو کام کرنا ہے
اس دن فضہؓ کو آرام کرنا ہے یہ فضہؓ کا حق بنتا ہے اور اگر آرام
کے دن فضہؓ سے کام لیا جائے تو یہ فضہؓ پر ظلم ہوگا اور جو فضہؓ کے کام
کا دن ہے اس دن فضہؓ کو کام کرنا ہے ایک دن آرام کرنا ہے جو
دن فضہؓ کے آرام کا ہے اس دن یہ کام لیا جائے یہ ظلم ہے اور
جو دن فضہؓ کے کام کا ہے اس دن آرام دیا جائے یہ ایثار ہے تو
فاطمہؑ کی سیرت یہ نہیں کہ کبھی ظلم ہوا ہو یہ ضرور بتاتی ہے کہ فضہؓ
کیلئے ایثار کیا گیا ہے۔ مگر فاطمہؑ کی مناسبت سے آپ فضہ کو دیکھیں
تو فضہؓ کا کیا مقام ہے فاطمہؑ کے سامنے تو جب ہمارے سامنے آتا
ہے کہ فاطمہ فضہؓ کنیز کیلئے ایثار کر رہی ہیں اور اس کے آرام کا دن
کبھی نہیں لیتیں ہاں اپنے آرام کا دن اس کو بخش دیا کرتی ہیں
جب فاطمہؑ کی سیرت ایک کنیز کے بارے میں تو اگر دو مومنات
گھر میں رہتی ہیں اگر دو مومن گھر میں رہتے ہیں اور ان کے
درمیان جو بھی رشتہ ہو ٹھیک ہے برابری کا رشتہ نہ ہو ایک کا رشتہ
ساس کا ایک رشتہ بہو کا ہے ایک کا رشتہ نند کا ہے اور ایک رشتہ
بھاوج کا ہے۔ مگر فاطمہؑ جو فضہؓ کے درمیان جو رشتہ ہے بہر حال
اس سے تو بڑا رشتہ ہوگا فاطمہؑ کے مقابلے میں فضہؓ کا کیا مقام ہے
فضہؓ تمام کائنات کی عورتوں کی سردار ہے فاطمہؑ کی کنیزی کی وجہ
سے، مگر فاطمہؑ کے مقابلے میں فضہؓ کا کیا مقام ہے کہ وہ فاطمہ جس

کا فضہؑ جیسی کنیز کے ساتھ یہ سلوک ہے تو ہمارے گھروں کے ماحول کے بگڑنے کی وجہ ہمارے خاندان کے جھگڑوں کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس سبق کو بھلا دیا گیا۔ ایک نے کہا میرا مقام بلند ہے ایک نے کہا میرا رشتہ بلند ہے میں کیوں کسی کیلئے کام کر کے دوں۔ فاطمہؑ تو پہلا سبق یہ دیتی ہیں کہ کام بانٹنا ہے کام تقسیم کرنا ہے آدھا دن تمہیں اور آدھا دن تمہیں جب فاطمہؑ اور فضہؑ میں کام تقسیم ہو سکتے ہیں تو گھر کی دو عورتوں میں کام تقسیم کیوں نہیں ہو سکتے اور پھر فاطمہؑ ہیں کہ دیکھو اس رشتہ کو تو پہچانا ہے اس پہ ظلم نہیں کر سکتی میں اس پہ ایثار کر سکتی ہوں تو فاطمہؑ کی سیرت ہے کہ جو حق ہے اس سے زیادہ عطا کر دو تو فاطمہؑ کے ماننے والو اس چیز کو ذہن میں رکھے بغیر فقط اپنی عمر کی وجہ سے فقط اپنے رشتے کی وجہ سے فقط اپنے ظاہری حالات کی وجہ سے یہ دعویٰ کرو کہ میں نے ہر کام کرنا ہے دوسرے کا حق حرام کرنا ہے اس نے دفاطمہؑ کی سیرت کو سمجھا دمکتب کو سمجھا اور اس سے بڑا ظلم فاطمہؑ پہ اور کیا ہو گا فاطمہؑ کی حالت تو یہ ہے کہ بابا وفات کے بعد اتنے مصائب برداشت کیے اتنے مصائب برداشت کیے خود فاطمہؑ کی زبان پہ یہ فقرہ آگیا "صبت علی مصائب لو انھا صبت علی الایام صرن لیالیا" یہ ہم اور آپ نہیں کہہ رہے ذرا ذرا سی بات پہ بے صبر ہو جانے والے یہ رسولؐ کی صابرہ بیٹی کہہ رہی ہیں کہ بابا میں نے اتنی مصیبتوں کو آپؐ کی وفات کے بعد دیکھا ہے کہ یہ اگر دنوں پہ پڑتے تو دن تاریک رات ہو جاتے اور پھر فاطمہؑ کے مصائب یہیں پہ ختم نہیں ہوتے ہیں فاطمہؑ نے تو یہ منظر بھی دیکھا کہ کبھی کوڑا کھایا کبھی بیٹا شہید ہوا کبھی دروازے کے پیچھے فاطمہ کو دبایا گیا کبھی فاطمہ کو ماتم سے روکا گیا یہاں تک کہ تاریخ بتاتی ہے شہادت سے تین دن پہلے فاطمہؑ کی طبیعت اتنی خراب

ہوئی کہ فاطمہؑ بستر سے اٹھنے کے قابل نہ رہیں نماز کے وقت بیٹے اور بیٹیاں سہارا دے کر ماں کو کھڑا کر دیتے ہیں اور ماں نماز ادا کرتی ہے فاطمہؑ اتنی کمزور ہو گئیں شہادت سے تین دن پہلے مگر جس دن جو روز شہادت ہے جب وہ دن آیا میرا مولا شہادت کے وقت 10 یا 11 بجے کے قریب گھر میں داخل ہوا تو یہ منظر دیکھ کر میرا مولا حیران ہو گیا کہ وہ فاطمہؑ جو تین دن سے اتنی کمزور تھیں کہ بغیر سہارے کے بستر سے نہ اٹھ سکتیں تھیں اس وقت گھر کے کاموں میں اسطرح مصروف ہیں ایک طرف کھانا تیار رکھا ہے ایک طرف دھلے کپڑے تیار رکھے ہیں ایک طرف گھر میں جھاڑو لگ چکی ہے اور چکی کی حالت یہ بتاتی ہے کہ چکی کو بھی پیسا جا چکا ہے۔ گھبرا کے میرا مولاؑ سوال کرتا ہے کہ بنت رسولؐ اس بیماری و زخم کی کیفیت میں یہ سارے کام؟ کہا کہ ہاں اے ابو الحسنؑ میں رات کو سوئی تھی تو خواب میں میں نے اپنے بابا رسول اللہ کو دیکھا تھا ایک مرتبہ بابا کو دیکھا تو میں نے شکوہ کیا بابا آپؐ کے بعد میں نے بڑی مصیبتوں کو برداشت کیا ہے میرے بابا نے جواب دیا بیٹی فاطمہ گھبرائیں مت آج تیری سب مصیبتیں ختم ہونے والی ہیں۔ ہم تمہیں لینے کیلئے آئے ہیں۔ فاطمہ کل کی شام تک تو ہمارے پاس ہو گی تو اے ابو الحسنؑ میرا بابا مجھ سے وعدہ کر کے گیا ہے۔ مجھے یقین ہے میرا اس دنیا میں رخصت کا وقت آچکا ہے یہ آج میرا آخری دن ہے یہ میں نہیں چاہتی کہ میری موت کے بعد میرے بچوں کو کھانے کی پریشانی ہو۔ میرے بچوں کو لباس کی پریشانی ہو میں کھانا تیار کر کے رکھ کے جا رہی ہوں میں لباس کو دھو کے جا رہی ہوں تا کہ میرے بچوں کو دھلے لباس اور تیار کھانا مل جائے بس ایک مرتبہ میرا مولا فاطمہؑ کی زبان سے یہ فقرہ سنتا ہے۔ فضہؑ سے سوال کرتا ہے فضہؑ حسنؑ و حسینؑ نہیں نظر

آرہے فضہؓ ہاتھوں کو جوڑ کر کہتی ہے آقا وہ تو مسجد میں گئے ہوئے ہیں بس میرے مولاؑ ایک مرتبہ مسجد کی جانب چلا روایتیں مختلف ہیں ایک روایت میں ہے کہ فاطمہؑ اپنے حجرے میں تشریف لے گئیں۔ چادر کو اوڑھ کر لیٹ گئیں کہا فضہؓ اب کوئی صورت ہو جائے مجھے بیدار نہ کرنا مجھے مت جگانا فاطمہؑ چادر کو اوڑھ کر لیٹی ہیں۔ میرے مولا ایک دروازے سے نکلا ہے اور دوسرے دروازے سے حسنؑ و حسینؑ اندر داخل ہوتے ہیں فضہؓ نے حیران ہو کر کہا بچو! ابھی تو تم نانا کی قبر کی جانب گئے تھے تمام دن نانا کی قبر پر بیٹھنے والے آج جلدی کیوں واپس آ گئے ایک مرتبہ گھبرا کے بچے کہتے ہیں فضہؓ یہ تو بتاؤ ہماری ماں فاطمۃ الزہرؑا کہاں ہیں ارے ہم نانا کی قبر پر بیٹھے تھے ایک مرتبہ گھبرا کے بچے کہتے ہیں فضہؓ یہ تو بتاؤ ہماری ماں پر کوئی مصیبت آ گئی ہو گی بتاؤ ہماری ماں کہاں ہے فضہؓ نے حجرے کی طرف اشارہ کیا بحارالانوار میں علامہ مجلسیؒ کا جملہ ہے کہ بچے ایک مرتبہ حجرے میں داخل ہوئے ماں کے چہرے سے چادر کو ہٹایا اور دیکھا کہ ماں ہمیں چھوڑ کر جا چکی ہے یہ فقرہ ہے علامہ مجلسیؒ کا۔ حسنؑ ماں کے پاؤں کی طرف بیٹھے ہیں حسینؑ ماں کے چہرے کے قریب بیٹھے ہیں حسینؑ کا فقرہ تھا ماں کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھامتے ہیں اور کہا کہ اماں آج تمہیں تمہارا حسینؑ مخاطب کر رہا ہے تم حسینؑ کو جواب نہیں دیتیں اماں حسینؑ کو جواب تو دو اور ادھر ایک مرتبہ فضہؓ نے دیکھا میرے مولا گھر میں داخل ہوا فضہؓ نے حیران ہو کر کہا یا مولا آپ اتنی جلدی آ گئے کہا ہاں میں اللہ کے رسولؐ کی قبر کے قریب پہنچا ایک مرتبہ مجھے جبرائیلؑ کی آواز آئی یا علیؑ حسنؑ و حسینؑ کو فاطمہؑ کے جنازے سے ہٹاؤ حسینؑ کے رونے سے عرش پر کہرام برپا ہے اور پیغمبر اسلامؐ روتے روتے گر کے بے ہوش ہو گئے ہیں

میرے مولاؑ آگے بڑھے حسنؑ و حسینؑ کو ماں کی میت سے ہٹایا اور ایک مرتبہ بی بیؑ کے میت کو غسل دینے کی تیاری ہونے لگی حجرے کا دروازہ بند کیا گیا ایک روایت میں ہے کہ فاطمہؑ نے پہلے ہی سے غسل کر لیا تھا۔ لیکن علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حجرے کا دروازہ بند کر لیا گیا علیؑ غسل دے رہے ہیں۔ اور بچے بے چینی کے ساتھ دروازے کے باہر کھڑے ہیں۔ اور یکا یک زینبؑ کے کانوں میں بابا کے رونے کی آواز آئی زینبؑ حیران و پریشان ارادے میرا بابا ماں کو غسل دے رہا ہے لیکن رو کیوں رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا علیؑ نے بچوں کو اندر بلایا فاطمہؑ کی میت کفن میں تیار تھی مگر زینبؑ گھبرا کے کہتی ہے بابا آپ اماں کو غسل دیتے دیتے رو کیوں رہے تھے؟ کہا بیٹی زینبؑ جب میں فاطمہؑ کے جسم پر پانی ڈالنے کے ارادہ سے کپڑے کو ہٹایا تو مجھے کمر پر کوڑے کا نشان نظر آیا اور مجھے وہ نیل نظر آیا جو فاطمہؑ کی کمر پر موجود تھا۔ جنازہ تیار ہے مگر میرے مولا انتظار کر رہے ہیں رات کا وقت آ جائے فاطمہؑ کی وصیت تھی اے ابوالحسنؑ رات کی تاریکی میں میرا جنازہ اٹھانا آدھی رات کا وقت آیا ایک مرتبہ جنازہ اٹھا اور ابھی چند قدم گیا ہو گا۔ تو علیؑ کے کان میں کسی بچی کے رونے کی آواز آئی علیؑ نے گھوم کے دیکھا تو کیا دیکھا تھی زینبؑ ماتم کرتی کرتی حجرے سے دو قدم آگے گلی کے اندر آ گئی ہیں بس یہ منظر دیکھنا ہے میرے مولاؑ کہتے ہیں بیٹا حسنؑ و حسینؑ ماں کے جنازے کو لے کر آگے چلو میں ابھی آتا ہوں میرا مولاؑ فاطمہؑ کا جنازہ چھوڑ کر واپس آیا زینبؑ کے سر پہ ہاتھ پھیرا بیٹی زینبؑ ابھی تیرا بابا زندہ ہے علیؑ تیرا بابا زندہ ہے کیا تجھے پتہ نہیں تیرا بابا یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی زندگی میں اس کی بیٹی گھر سے باہر آ جائے مولا۔ فاطمہؑ کے جنازے پر رات کی تاریکی میں

بقیہ صفحہ نمبر 17 پر

قسط نمبر 2

حضرت علیؑ مطیع رسولؐ

تحریر: کلثوم زہراء

دعوت ذوالعشیرہ اور اطاعت علیؑ

بعثت کے تین سال بعد دعوت عام کے آغاز کا حکم دینے کیلئے پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں جبرائیلؑ امین آیت (وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ سورہ الشعراء آیت 214 تا 215) لیکر آئے پیغمبر اکرمؐ نے علیؑ کو جب کہ ان کی عمر مبارک تیرہ سال کی تھی، حکم دیا کہ کھانے کا بندوبست کیا جائے اور حضرت عبدالمطلبؑ کی اولاد میں سے چالیس افراد (مردوزن) کو دعوت دی جائے حضرت علیؑ نے پیغمبرؐ کی اطاعت کرتے ہوئے کھانے کا انتظام کیا پیغمبر اکرمؐ نے اس بھرے مجمع میں کھانے کے بعد اپنی دعوت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

"تم میں سے کون ہے جو میرا حامی و مددگار ہے۔۔۔۔سب نے سر جھکا لیا تین مرتبہ ایسے ہی ہوا اور تینوں مرتبہ علیؑ کے علاوہ کسی نے پیغمبرؐ کی اطاعت وحمایت کا اعلان نہ کیا تو بالآخر پیغمبرؐ اپنا ہاتھ علیؑ کے ہاتھ پر مارتے ہوئے ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا: اے میرے اقرباء! تمہارے درمیان یہ علیؑ میرا بھائی، وصی اور خلیفہ ہے" (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج 3 ص 211)۔

علیؑ اپنے اس قول پر ثابت قدم رہے اور پیغمبرؐ کی ہمیشہ اطاعت اور حمایت کرتے رہے جیسا کہ خود نہج البلاغہ میں اس مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" ولقد کنت معه ۔۔۔ صلی اللہ علیہ وآلہ لما أتاه الملاء من قريش ۔۔۔ میں اس وقت بھی حضرت محمدؐ کی اطاعت میں ان کے ہمراہ تھا جب قریش کے سرداروں نے آکر کہا محمدؐ اتم نے بہت بڑا دعویٰ کیا جو تمہارے گھر خاندان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا "

امیرالمومنین آگے چل کر فرماتے ہیں:

"جب قریش والوں نے آپؐ سے (معجزہ کے طور پر) درخت کو جڑ سے اکھاڑنے کا مطالبہ کیا تو قسم ہے اس ذات کی جس نے انہیں حق کے ساتھ مبعوث کیا کہ درخت جڑ سے اکھڑ گیا اور اس عالم میں حضورؐ کے سامنے آگیا کہ اس میں سخت کھڑکھڑاہٹ تھی اور پرندوں کی آوازوں جیسی پھڑ پھڑاہٹ بھی تھی اس کی ایک شاخ سرکار کے سر پر سایہ افگن تھی اور ایک میرے کاندھے پر، جب کہ میں آپؐ کے دائیں پہلو میں تھا"۔ (نہج البلاغہ خطبہ 192 ص 398)

پیغمبرؐ کی اعلانیہ دعوت سے لیکر مدینہ ہجرت تک علیؑ آنحضرتؐ کے قدم بہ قدم ان کی اقتدا میں رہے اور ہر مقام پر آپ کا تحفظ کیا۔ جب قریش والوں نے بنی ہاشم کا اقتصادی بائیکاٹ کیا اور پیغمبرؐ چالیس افراد کے ساتھ شعب ابی طالبؑ میں قیام پذیر

ہوئے تو حضرت ابو طالبؑ پیغمبرؐ کی حفاظت کے سلسلہ میں رات کے آخری حصہ میں آپؐ کو مختلف جگہوں پر منتقل کر دیتے تو علیؑ، پیغمبرؐ کی اطاعت کرتے ہوئے آپؐ کے بستر پر استراحت کرتے، آپ نے اس مدت میں ایسی اطاعت اور فداکاری کا ثبوت دیا جس کی کہیں مثال نہیں ملتی، جب کہ آپ کی عمر مبارک اس وقت سترہ سے بیس سال کے درمیان تھی۔(شرح ابن ابی الحدید ج13 ص256)۔

اسی طرح شہر طائف میں جب پیغمبر اکرمؐ نے دس دن یا تیس دن قیام کیا تاکہ طائف کے بزرگان و اشراف کو اسلام کی دعوت دیکر طائف کو اسلام کا مرکز بنایا جائے تو اس مدت میں بھی علیؑ پیغمبرؐ کی ہمراہی و اقتداء میں رہے بلکہ جب اس شہر والوں نے اسلام قبول نہ کیا اور آنحضرتؐ کو شہر سے نکال دیا اور آپؐ پر پتھروں کی بارش کی تو پیغمبرؐ کے دفاع میں علیؑ کا سر بھی زخمی ہو گیا (اسد الغابہ ابن اثیر ج5 ص186)۔

اطاعت پیغمبرؐ میں علیؑ کی بت شکنی

پیغمبرؐ کی اطاعت میں آپؐ کے کندھوں پر کھڑے ہو کر کعبہ میں موجود بت کو چکنا چور کر دینا بھی علیؑ ابن ابی طالبؑ کی انفرادی خصوصیت ہے۔جس کی تفصیل معتبر منابع اہلسنت میں موجود ہے۔جس کے ذکر کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔خود حضرت ابو بکر سے مخاطب ہو کر اسی ماجرا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کیا وہ تم تھے جس نے پیغمبرؐ کے شانوں پر سوار ہو کر کعبہ میں بتوں کو نیچے گرایا تھا اور ان کو توڑا تھا، یا یہ کارنامہ انجام دینے والا میں تھا؟ حضرت ابو بکر نے جواب دیا: یقیناً آپ ہی تھے۔(طبری الاحتجاج ج1 ص311۔الخصال شیخ صدوق ص552)

شب ہجرت، اطاعت رسولؐ کی ایک جھلک

بعثت کے چودھویں سال دارالندوہ میں مشرکین نے میٹنگ کر کے پیغمبر اکرمؐ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا اور خداوند عالم نے مشرکین کے اس ناپاک عزم سے پیغمبر اکرمؐ کو آگاہ کر دیا اور حکم دیا آپ مکہ کو یثرب روانہ ہونے کی نیت سے ترک کر دیں پیغمبرؐ نے اس مسئلہ کو حضرت علیؑ کے سامنے پیش کیا اور کہا مشرکین کو اس عزم میں ناکام کرنے کیلئے تم آج رات میرے بستر پر سو جاؤ اور فرمایا یا علی تم کیا کہتے ہو؟ دیکھیے اطاعت علیؑ! حضرت علیؑ نے ایک ایسا جواب دیا جس کو تاریخ نے اپنے سنہری حروف میں قلم بند کیا، آپ نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ اگر میں آپ کی جگہ پر سو جاؤں تو کیا آپ محفوظ رہیں گے؟ حضورؐ نے جواب دیا ہاں جبرائیل امین نے مجھے خبر دی ہے۔حضرت علیؑ مسکرا دیے اور سر سجدہ میں رکھ دیا اور شکر خدا بجا لائے، علیؑ کا سجدہ شکر اس وجہ سے ہے کہ علیؑ رسولؐ کی اطاعت میں آپؐ پر فدا ہو رہے ہیں۔

سجدہ شکر سے سر اٹھایا اور کہا اے اللہ کے رسولؐ جو آپؐ چاہتے ہیں اس کو انجام دیجئے میرا تن من آپؐ پر قربان ہو، آپؐ مجھے جو بھی حکم دیں گے میں اطاعت کروں گا(ابن ہشام سیرۃ النبویہ ج2 ص123)۔

نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں حضرت علیؑ فرماتے ہیں:

""فجعلت اتبع ماخذ رسول اللہ ۔۔۔میں مسلسل رسول اکرمؐ کے نقش قدم پر چلتا رہا اور ان کے ذکر کردہ خطوط پر

قدم جماتا رہا یہاں تک کہ مقام عروج تک پہنچ گیا" (نہج البلاغہ خطبہ 236 ص 470 ترجمہ ذیشان جوادی)

پیغمبر اکرمؐ غار ثور میں تین دن قیام کرنے کے بعد مدینہ روانہ ہوئے اور بارہ دن کے بعد مقام قبا پر پہنچ کر علیؑ کا انتظار کرنے لگے، یہاں تک کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ آپؐ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ صاحب منہاج البراعہ نے تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو ذکر کیا ہے۔ (منہاج البراعہ شرح نہج البلاغہ حبیب اللہ ہاشمی خوئی ج15 ص114)۔

اسی اطاعت و فداکاری کو خود حضرت نے چھ افراد پر مشتمل شوریٰ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے بتاؤ، میرے علاوہ کون تھا جو اس پر خطر رات میں کہ جب پیغمبرؐ غار ثور تشریف لے گئے، آپؐ کے بستر پر سویا اور خود کو مصیبتوں کے سپرد کیا؟ سب نے کہا آپ کے سوا کوئی نہ تھا (سیرۃ النبویہ ابن ہشام ج2 ص189)۔

ہجرت سے وفات پیغمبرؐ تک جنگ و جہاد میں اطاعت رسولؐ کی ایک جھلک۔

جنگی میدانوں میں پیغمبر اکرمؐ کی اطاعت میں آپ کی عظیم فداکاریاں روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ کے مشرکین اور یہودیوں کے ساتھ 27 غزووں میں سے 26 میں علیؑ نے شرکت کی فقط غزوہ تبوک میں کچھ خاص شرائط کی بنا پر پیغمبرؐ کے حکم سے مدینہ میں رہے۔ اس مختصر مقالہ میں تمام غزوات میں اتباع رسولؐ میں علیؑ کے کارناموں کو تفصیل سے بیان کرنے کی گنجائش نہیں فقط حضرت علیؑ کے نہج البلاغہ میں موجود فرامین کی روشنی میں ان کارناموں کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

نہج البلاغہ میں پیغمبرؐ کی اطاعت میں جنگ و جہاد کے سخت لمحات کو حضرت نے ان الفاظ میں بیان کیا:

"ولقد کنا مع رسول اللہ، نقتل آباءنا و ابناءنا و اخواننا ۔۔۔۔ ہم رسولؐ اللہ کے ساتھ اپنے خاندان کے بزرگوں، بچوں، بھائیوں اور چچاؤں کو قتل کر دیا کرتے تھے اور اس سے ہمارے ایمان اور جذبہ تسلیم و اطاعت میں اضافہ ہوتا تھا۔ اور ہم برابر سیدھے راستے پر بڑھتے ہی جا رہے تھے۔۔۔۔ الخ، یہاں تک کہ فرمایا: مجھے میری جان کی قسم!! اگر ہمارا کردار بھی تمہارے جیسا ہوتا تو نہ دین کا کوئی ستون قائم ہوتا اور نہ ایمان کی کوئی شاخ ہری ہوتی" (ترجمہ نہج البلاغہ، جوادی خطبہ 56 ص 106)

جنگ بدر جو کہ مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان ایک عظیم معرکہ تھا، جس میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ، جبکہ مشرکین نو سو پچاس سے لیکر ایک ہزار کی تعداد میں تھے فقط اس جنگ میں علیؑ کی تلوار سے مشرکین کے آدھے سے زیادہ افراد واصل جہنم ہوئے۔ شیخ مفید نے 36 افراد کے نام ذکر کیے ہیں جو امیر المومنینؑ کی تلوار سے قتل ہوئے۔ شیخ مفید کہتے ہیں شیعہ اور سنی محدثین کا اتفاق ہے کہ ان افراد کو بنفس نفیس حضرت علیؑ نے قتل کیا (ارشاد مفید 39)

نہج البلاغہ میں ایک خط میں جو آپ نے معاویہ کو لکھا تھا، اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "وعندی السیف الذی اعضضتہ بجدک و خالک و اخیک فی مقام واحد" اور میرے پاس وہ تلوار ہے جس سے تمہارے نانا، ماموں اور بھائی کو ایک ٹھکانے تک پہنچا چکا ہوں۔

اسی جنگ بدر کے بارے میں ایک اور جگہ پر ارشاد

فرمایا:

"فانا ابو الحسن قاتل جدك ---- میں وہی ابو الحسن ہوں جس نے روز بدر تمہارے نانا (عتبہ بن ربیعہ) ماموں (ولید بن عتبہ) اور بھائی (حنظلہ بن ابی سفیان) کا سر توڑ کر خاتمہ کر دیا" (ترجمہ نہج البلاغہ جوادی نامہ 10 ص 292)

آپ نے جنگ احد میں بھی پیغمبرؐ کی اطاعت میں ایمان کے جذبے سے سرشار مشرکین کی سپاہ کے تو پرچمداروں کو اپنی تلوار سے واصل جہنم کیا اور خود اسی موضوع کی طرف پھر نظری شوریٰ میں اپنے حق کیلئے احتجاج کرتے ہوئے فرمایا:

میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تمہارے درمیان میرے علاوہ کوئی ایسا ہے جس نے (جنگ احد میں) بنی عبدار کے نو پرچم داروں کو واصل جہنم کیا ہو؟

اور اس جنگ میں ابو دجانہ اور سہل بن حنیف جیسے اصحاب بھی پیغمبرؐ کو تنہا چھوڑ کر میدان جنگ سے فرار ہو گئے لیکن علیؑ پیغمبرؐ کا دفاع کرتے رہے یہاں تک کہ فرشتوں نے علیؑ کی اس فداکاری پر تعجب کیا اور "لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار" کی صدا بلند ہوئی اور جب صدا بلند کرنے والا فرشتہ آیا تو پیغمبرؐ سے سوال کیا کہ یہ کون ہے؟ آپؐ نے تو فرمایا یہ جبرائیلؑ امین ہے۔

اسی بارے میں نہج البلاغہ میں فرمایا:

"ولقد واسیته بنفسی فی المواطن التی ---- میں نے پیغمبرؐ اکرم پر اپنی جان ان مقامات پر قربان کی جہاں بڑے بڑے بہادر بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور ان کے قدم پیچھے ہٹ جاتے تھے یہ صرف اس بہادری کی بنا پر تھا جس سے پروردگار نے مجھے سرفراز فرمایا تھا۔"

شارح نہج الصباغہ فرماتے ہیں: مواطن سے مراد فقط احد، حنین اور خیبر نہیں بلکہ سب غزوات مراد ہیں جن میں علیؑ کی بدولت فتح نصیب ہوئی۔

اور جنگ خندق میں آپ کے مخلصانہ جہاد کی ایک ضربت، جن وانس کی عبادت سے افضل قرار پائی۔

آپ خود اپنی شجاعت کے بارے میں نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں: "انا وضعت فی الصغر بکلاکل العرب و کسرت نواجم قرون ربیعة و مضر ---- مجھے پہچانو میں نے کمسنی ہی میں عرب کے سینوں کو زمین سے ملا دیا تھا اور ربیعہ اور مضر کے سینگوں کو توڑ دیا تھا۔"

آپ نے ایک جگہ پر پیغمبرؐ کی اتباع اور اطاعت اور اپنے جہاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یوں فرمایا:

"و ذلك السیف معی، بذلك القلب القی عدوی ما استبدلت دینا ولا استحدثت نبیا ---- "اور ابھی وہ تلوار میرے پاس ہے اور اسی ہمت قلب کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کروں گا میں نے وہ دین تبدیل کیا اور نہ نیا نبی اختیار کیا ہے۔ میں اس راستے پر چل رہا ہوں جسے تم نے اختیاری حدود تک چھوڑ رکھا تھا پھر مجبوراً داخل ہو گئے تھے (نامہ نہج البلاغہ 10 ص 494)

وفات پیغمبرؐ سے ضربت تک زہد و ورع میں اطاعت

نہج البلاغہ میں امامؑ نے پیغمبر اکرمؐ کی سیرت طیبہ کی پیروی کرنے کی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا:

"ولقد کان صلی الله علیه وآله وسلم ---- یاکل علی الارض، فی یجلس جلسة العبد ---- "پیغمبرؐ اسلام فرش زمین پر بیٹھ کر

تناول فرماتے، غلاموں کے انداز میں بیٹھتے تھے، اپنی جوتیوں کو اپنے ہاتھوں سے سیتے اور لباس میں اپنے دست مبارک سے پیوند لگاتے۔۔۔

پھر آپ نے تفصیل کے ساتھ پیغمبر اکرمؐ کے زہد اور دنیا سے ان کی بے نیازی پر روشنی ڈالتے ہوئے اور پیغمبر اسلامؐ کی اطاعت و پیروی پر فخر و مباہات کرتے ہوئے اپنے زہد و تقویٰ کو یوں بیان کیا: "واللہ لقد رقعت مدرعتی ھذہ حتی۔۔۔۔خدا کی قسم یہ کپڑا جو میں پہنے ہوئے ہوں اس میں، میں نے اس قدر پیوند لگائے ہیں کہ اب پیوند لگاتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے، ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ آپ اس لباس کو کیوں نہیں اتار دیتے، میں نے جواب دیا: میری نظروں سے دور ہو جاؤ کیونکہ صبح ہونے کے بعد قوم کو رات میں سفر کرنے کی قدر معلوم ہوتی ہے۔"

پیغمبر اکرمؐ کے بارے میں فرمایا:

قضم الدنیا قضما۔۔۔۔انہوں نے دنیا سے صرف مختصر غذا حاصل کی اور اسے نظر بھر کر دیکھا بھی نہیں، ساری دنیا سے سب سے زیادہ خالی شکم زندگی گزارنے والے وہی تھے۔ ان کے سامنے دنیا پیش کی گئی تو اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

آپ نے عثمان بن حنیف کو جو خط لکھا اس میں تحریر کیا کہ تمہارے امام نے اس دنیا میں سے صرف دو بوسیدہ کپڑوں اور دو روٹیوں پر اکتفاء کیا ہے۔۔۔۔پھر پیغمبر اکرمؐ کی سنت کی اطاعت کے سلسلے میں اپنے بارے میں فرمایا:

ولو شئت لاھتدیت الطریق، الی مصفی ھذا العسل۔۔۔"میں اگر چاہتا تو اس خالص شہد، بہترین صاف شدہ گندم اور ریشمی کپڑوں کے راستے بھی پیدا کر سکتا تھا لیکن خدا نہ کرے مجھ پر خواہشات کا غلبہ ہو جائے۔۔۔۔

اسی خط میں ایک اور جگہ پر فرمایا:

گویا میں دیکھ رہا ہوں تم میں سے بعض لوگ یہ کہہ رہے ہیں جب ابو طالبؑ کے فرزند کی غذا ایسی معمولی ہے تو انہیں ضعف نے دشمن سے جنگ کرنے اور بہادروں کے ساتھ میدان میں اترنے سے بٹھا دیا ہوگا، یاد رکھنا جنگل کے درختوں کی لکڑی زیادہ مضبوط ہوتی ہے اور ترو تازہ درختوں کی چھال کمزور۔۔۔۔میرا رشتہ رسولؐ سے وہی ہے جو نور کا رشتہ نور سے ہوتا ہے یا ہاتھ کا رشتہ بازؤوں سے ہوتا ہے۔۔

یوں دوٹوک الفاظ میں زہد و ورع اور دنیا سے بے توجہی میں پیغمبرؐ کی اطاعت کو بیان کیا۔

سیاسی کردار میں اطاعت رسولؐ

قانون کی یکسانیت، اصول اخلاق کی پاسداری اور حکومت اور طاقت کو خدمت کا ذریعہ سمجھنے میں آپ پیغمبرؐ کی اطاعت کا سراپا تھے۔ حکومت کو حاصل کرنے کیلئے کسی کے ساتھ خیانت یا دھوکہ کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے جیسے پیغمبر اکرمؐ نے مدینہ میں حکومت کے ذریعہ عدالت کو قائم کرنے کی حتی الامکان سعی و کوشش کی آپ نے بھی پیغمبرؐ کی اس سنت کو زندہ کیا اس لئے نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں:

لو لا حضور الحاضر و قیام الحجۃ بوجود الناصر۔۔ اگر حاضرین کی موجودگی اور انصار کے وجود سے حجت تمام نہ ہوگئی ہوتی اور اللہ کا اہل علم سے یہ عہد نہ ہوتا کہ خبر دار ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی گرسنگی پر چین سے نہ بیٹھنا تو میں آج بھی اس ناقہ خلافت کی رسی کو اس کے کوہان پر ڈال کر اسے ہنکا دیتا۔ (نہج البلاغہ ترجمہ ذیشان جوادی خطبہ 3 ص 42)

آپ نے حکومت حاصل کرنے کیلئے کبھی بھی ناجائز وسیلہ کا سہارا نہ لیا آپ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

واللہ ما معاویہ بادھی منی ولکنہ یغدر و یفجر
خدا کی قسم معاویہ مجھ سے زیادہ ہوشیار نہیں لیکن کیا کروں وہ مکرو فریب اور فسق و فجور بھی کر لیتا ہے اور اگر یہ چیز مجھے ناپسند نہ ہوتی تو مجھ سے زیادہ کوئی ہوشیار نہ ہوتا۔(نہج البلاغہ خطبہ 200 ص 420)

صبر و شکیبائی میں اطاعت رسولؐ

آپ نے پیغمبرؐ کی اطاعت میں صبر کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا اس بارے میں آپ نے فرمایا: "کہ یہ صبر اور سکون کے طلب گاروں کیلئے بہترین سامان صبر و سکون ہے"
لہٰذا اسی سنت کی اتباع کرتے ہوئے حتیٰ اس وقت بھی جب آپ کی خلافت کو چھین لیا گیا، آپ نے تو صبر کیا اور اس بارے میں فرمایا:

فسدلت دونہا ثوبا و طویت عنہا۔۔۔۔میں نے کنارہ کشی اختیار کی اور سوچا کہ کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا اس بھیانک اندھیرے میں صبر کر لوں، میں نے دیکھا کہ ان حالات میں صبر ہی قرین عقل ہے تو میں نے اس عالم میں صبر کر لیا کہ آنکھوں میں....(نہج البلاغہ ترجمہ جوادی خطبہ 3 ص 38)
پیغمبرؐ کی رحلت جیسی عظیم مصیبت میں بھی آپ نے اتباع کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، رسول اللہؐ کے جسد اطہر کو غسل و کفن دیتے وقت ارشاد فرمایا: "بابی انت و امی یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپؐ کے انتقال سے وہ الٰہی احکام، آسمانی اخبار کا سلسلہ منقطع ہو گیا جو آپؐ کے علاوہ کسی کے مرنے سے منقطع نہیں ہوا تھا۔۔۔ یہاں تک کہ فرمایا: اگر آپؐ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور نالہ فریاد نہ منع نہ کیا ہوتا تو ہم آپؐ کے غم میں آنسوؤں کا ذخیرہ ختم کر دیتے اور یہ درد بھی کسی درمان کو قبول نہ کرتا اور یہ رنج والم ہمیشہ ساتھ رہ جاتا۔"

غربت کے وقت اطاعت رسولؐ

پیغمبر اکرمؐ کی سنت تھی کہ باوجود اس کے کہ لوگوں نے آپؐ کو دکھ درد دیے لیکن آپ نے ان کیلئے بد دعا نہ کی، امیر المومنینؑ نے بھی پیغمبرؐ کی اسی سنت کی اطاعت کی۔آپؑ نے نہج البلاغہ کے خطبہ میں فرمایا:

ملکتنی عینی وانا جالس ، فسنح لی رسول اللہ ۔۔۔۔میں بیٹھا ہوا تھا اچانک آنکھ لگ گئی ایسا محسوس ہوا کہ رسول اللہ میرے سامنے تشریف فرما ہیں، میں نے عرض کی میں نے آپؐ کی امت سے بے پناہ کج روی اور دشمنی کا مشاہدہ کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا: بد دعا کرو، میں نے یہ دعا کی: خدا مجھے ان سے بہتر قوم دے دے اور انہیں مجھ سے سخت تر رہنما دے دے ۔(نہج البلاغہ خطبہ 70 ص 118)

تربیت اولاد

تحریر: محمد علی ذاکری

دین اسلام میں تربیت، خصوصاً بچوں کی تربیت کے بارے میں بہت تاکید کی گئی ہے اور اس سلسلے میں بہت سی آیات وروایات، اخلاق او رعقائد کی کتابوں میں نقل ہوئی ہے ہیں اور یہ ایک مسلم امر ہے کہ انسان کی سرنوشت صحیح تربیت پر موقوف ہے۔ اگر بچوں اور نوجوانوں کی ابتدائی سالوں میں صحیح تربیت نہ ہو تو بعد میں جتنی بھی محنت اور کوشش کی جائے ثمر بخش ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا اسلام والدین کو بچوں کی صحیح تربیت اور اخلاقی بنیادوں پر پرورش کرنے کا ذمہ دار قرار دیتا ہے اور اس کو ایک اہم وظیفہ قرار دیتا ہے۔ حضرت علیؑ سے ایک روایت نقل ہوئی ہے۔ "اکرموا اولاد کم واحسنو آدابھم" "یعنی اپنی اولاد کی عزت کرو اور انکی صحیح تربیت کرو۔ (دیدگاہ اسلام ص 14)

تعلیم وتربیت کی اہمیت

تعلیم اور تربیت کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کرنے کیلئے صرف یہی کافی ہے کہ قرآن کریم نے ہزار سے زیادہ مرتبہ خداوند متعال کو "رب" سے کئی سو مرتبہ "عالم" یا "علیم" کا نام دیا ہے۔ پیامبر اسلامؐ نے چودہ صدیاں قبل ہی دور جاہلیت میں حجاز جیسے درافتادہ ماحول میں تربیت اولاد جیسے اہم موضوع کے بارے میں کامل طور پر توجہ دلائی اور اسکے بارے میں لازمی اور ضروری تعلیمات کو بیان فرمایا اسلام نے شادی کے معاملے میں مرد اور عورت کیلئے شرائط اور ضوابط کو پاک نسل کی خاطر بیان کیا ہے اسی طرح سے دودھ پلانے کے آداب اور بچے کی جسمانی اور روحی پرورش کے وظائف کو بھی جا بجا بیان کیا ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہیے کہ اپنے بچوں کی تربیت زمانے اور حالات حاضرہ کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر کریں۔ حضرت امام علیؑ اس بارے میں فرماتے ہیں:۔

(لا تودبوا اولاد کم باخلاقکم لانھم خلقو الزمان غیر زمانکم) اپنے بچوں کی تربیت اپنے اخلاق وعادات کے مطابق نہ کرو کیونکہ انہیں ایسے زمانہ کیلئے پیدا کیا گیا ہے جو تمہارے زمانہ سے مختلف ہے۔

آپ ایک اور کلام مبارک میں اس موضوع کی اہمیت کو پھر یوں بیان فرماتے ہیں: (لا میراث کالادب) ادب جیسی کوئی میراث نہیں ہے۔

اس موضوع کی اہمیت رومی اور علامہ اقبال جیسے معروف شعرا کی نگاہوں سے بھی پوشیدہ نہیں رہی لہٰذا رومی کہتے ہیں:

از خدا جوییم توفیق ادب
بی ادب محروم ماند از لطف رب

ہمیں چاہیے کہ خدا سے ادب اور اخلاق کی توفیق طلب کریں۔ کیونکہ بے ادب انسان خدا کے لطف وکرم سے محروم رہ جاتا ہے

بی ادب تنہا نہ خود را داشت بد

بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

بے ادب انسان نہ فقط خود خراب ہوتا ہے بلکہ پورے معاشرے کو بھی آگ لگا دیتا ہے۔

علامہ اقبال کہتے ہیں:

آبروی گل ز رنگ و بوی اوست

بی ادب، بی رنگ و بو، بی آبروست

پھول کی آبرو اس کے رنگ اور خوشبو سے ہے اور بے ادب انسان بغیر رنگ و بو پھول کی مانند بے آبرو ہے۔

نوجوانی را چو بینم بی ادب

روز من تاریک می گردد چو شب

اگر کسی نوجوان کو بے ادب دیکھتا ہوں تو یہ روز روشن میرے اوپر تاریک ہو جاتا ہے

تاب و تب در سینہ افزاید مرا

یاد عہد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آید مرا

ایسا منظر میرے دل کی بے تابی کو بڑھا دیتا ہے اور مجھے پھر عہد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ نوجوانوں کی یاد آنے لگتی ہے۔

اس اہمیت کے پیش نظر ہم نے دینی تربیت کے مختلف اور متعدد موضوعات میں سے تربیت اولاد کے موضوع کی انتخاب کیا ہے تاکہ ایک مفید اور قابل استفادہ تحقیق پیش کر سکیں اس مقدمہ کے ذریعہ موضوع کی اہمیت بخوبی روشن ہو جاتی ہے لہذا ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیؑ کے کلام میں اس موضوع کس قدر اہمیت دی گئی ہے۔

تربیت کا مفہوم

تربیت کا کلمہ عربی زبان میں الاداب، الادب، تعلیم، تدریب، رب، وغیرہ کے معنوں میں آتا ہے۔ یہ کلمہ مصدر ہے۔ اور پرورش کرنا اور پرورش دینے کے معنی میں ہے۔ یعنی کسی کو اخلاق اور ادب سکھانا۔ تربیت "رب" سے ہے بطور استعارہ فاعل۔ مربی۔ یعنی تربیت دینے والے پر اطلاق ہوتا ہے۔ طبری" نے سورہ حمد کی تفسیر میں متعدد معانی جیسے رئیس، مطیع، فرمانبردار، مالک، صاحب، مربی، تربیت دینے والا، اور مصلح۔ اصلاح کرنے والا۔ کلمہ رب کیلئے نقل کئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تربیت سے مشتق ہوا ہے اور یہ کلمہ "رب" بطور مطلق خدا کے علاوہ کسی اور کیلئے استعمال نہیں ہوتا۔ اور جب غیر خدا کیلئے استعمال ہو تو اسکے ساتھ قید ضرور لائی جاتی ہے، مثلاً رب الدار (گھر کا مالک) وغیرہ اور یہ کلمہ اسماء حسنیٰ میں شمار ہوتا جو اللہ تعالیٰ کیلئے مقام ربوبیت کو روشن کرتا ہے۔ جب بھی اللہ تعالیٰ کو اس صفت سے یعنی رب العالمین سے پکارا جائے تو اسکے معنی یہ ہیں کہ خدا تمام موجودات کو پرورش دینے والا اور انکی تربیت کرنے والا ہے۔ یہ صفت قرآن مجید کی بہت سی آیات میں استعمال ہوئی ہے، مثلاً سورہ مبارکہ حمد میں ارشاد ہوا ہے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" اسی طرح بہت سی دوسری آیات میں بھی استعمال ہوئی ہے۔ معجم المفہرس کے مطابق یہ جملہ (رب العالمین) قرآن میں 42 دفعہ استعمال ہوا ہے اور معنی فقط یہی ہے کہ خداوند قدوس تمام موجودات کو پرورش دینے والا ہے۔ خلق کرنا اور پرورش دینا اسی کا کام ہے، اسی طرح خالق، حقیقی مربی اور معبود واقعی اسی کی ذات ہے۔

بچوں کی تربیت میں والدین کا کردار

اولاد کی شخصیت کو نکھارنے اور اسکو چار چاند لگانے والوں کا کردار کلیدی حیثیت رکھتا ہے چونکہ انسان (بچہ) اپنے تمام ابتدائی اوقات والدین اور گھر کے دوسرے افراد کے ساتھ گزارتا ہے۔ لہذا ان کا کردار اور افعال بچے کی تربیت میں بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ کیونکہ پیدائش کے بعد بچے کی نظر گھر کے افراد اور انکے کردار و رفتار پر پڑتی ہے اور وہ انہیں اپنے لئے نمونہ عمل بناتا ہے اگر گھر کے افراد کا کردار صحیح نہ ہو تو بچہ بھی انہی افراد کے کردار کے مطابق پروان چڑھے گا خصوصاً والدین کا کردار بہت ہی اہم اور بنیادی ہے کیونکہ شادی سے لے کر حمل اور بچے کی پیدائش تک ان کا کردار اثر انداز ہوتا ہے۔ ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو ماں کے تمام حالات یعنی خوشی، اضطراب اور کردار نیک و بد بچے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ لہذا ماں کو خیال رکھنا چاہیے کہ نطفے کے انعقاد سے لیکر پیدائش تک کیا کرنا چاہئے اور کن اعمال سے اجتناب کرنا چاہئے۔ امیر المومنین علیؑ کے کلام مبارک میں بچے کی تربیت میں والدین کے کردار کے بارے میں بہت تاکید ہوئی ہے خصوصاً والد کو بچے کے وجود کی علت قرار دیا ہے مثلاً حلال رزق فراہم کرنا، تعلیم و تربیت، بچوں کے ساتھ عادلانہ سلوک، خوراک و پوشاک فراہم کرنا، مناسب رہائش کا انتظام کرنا اور بچوں کے ساتھ اخلاقی رابطہ ایجاد کرنا وغیرہ ایسے وظائف ہیں جن پر عمل کر کے ہی ایک باپ اپنے بچے کی صحیح تربیت کر سکتا ہے۔

اللہ تعالی نے بھی بچوں کی تربیت کے بارے میں بہت تاکید کی ہے اور تربیت کے ساتھ ساتھ والدین اور اولاد کے ایک دوسرے پر حقوق کو بھی بیان فرمایا ہے ایک خاندان الہی قوانین پر عمل کر کے ہی سعادت حاصل کر سکتا ہے۔ امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں: "حق الولد علی الوالد ان یحسن اسمه و یحسن ادبه و یعلمه القرآن" "اور فرزند کا حق باپ پر یہ ہے کہ اس کا اچھا نام تجویز کرے اور اسے بہترین ادب سکھائے اور قرآن مجید کی تعلیم دے۔" پس باپ پر بچوں کو حق یہ ہے کہ اسکی صحیح تربیت کرے اور اگر شروع ہی میں باپ اسکی تربیت نہ کرے اور بچے سے اچھے کردار اور شائستہ افعال کی امید رکھے تو یہ بے جا توقع ہوگی اور بعد میں اسی بچے کی طرف سے مورد مذمت و سرزنش قرار پائے گا۔

آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی (دامت برکاتہ) شرح نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیؑ کے اسی حکمت آمیز کلام کے ذیل میں ایک واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ایک شخص کسی جگہ سے گزر رہا تھا دیکھا کہ ایک شخص اپنے باپ کو مار پیٹ رہا ہے یہ شخص بیٹے کی غیر شائستہ حرکت کو دیکھ کر اعتراض کرنے لگا کہ اپنے باپ کو کیوں مار رہے ہو؟ بیٹے نے جواب میں کہا کیا ایسا نہیں کہ بیٹا باپ پر بہت سے حق رکھتا ہے؟ ان حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ بیٹے کیلئے اچھا نام تجویز کرے، میرے باپ نے میرا نام "برغوث (کیک)" رکھا ہے دوسرا حق یہ ہے کہ اسے قرآن سکھائے میرے باپ نے مجھے قرآن کا ایک لفظ بھی نہیں سکھایا، تیسرا حق یہ ہے کہ بچے کی سرپرستی کرے، میں اسوقت بالغ ہو چکا ہوں اور ابھی تک میرا ختنہ نہیں ہوا!" (شرح فشردہ نہج البلاغہ ج 3 ص 577)

ایک مقام پر اولاد کی تعلیم و تربیت کے بارے میں حضرت علیؑ یوں فرماتے ہیں: "او مروا اولادکم بطلب العلم" "اپنے بچوں کو علم حاصل کرنے کا حکم دو۔"

نیز علیؑ فرماتے ہیں: (علموا اولادکم الصلاۃ و خذوھم بھا اذا بلغوا الحلم) اپنے بچوں کو نماز سکھاؤ اور جب بالغ ہو جائیں تو نماز کے سلسلہ میں ان پر سختی کرو۔

تربیت کے امور میں سے اہم ترین مسئلہ نماز کی تعلیم کا مسئلہ ہے اسی بنیاد پر ائمہ علیہم السلام کے طرف سے یہ نصیحت ہے کہ سات سال ہی سے بچوں کو نماز کی عادت دی جائے لہٰذا والدین اس امر کو بھی کم اہمیت تصور نہ کریں بلکہ اس پر خصوصی توجہ دیں۔

دوسرا اہم کام بچے کا اچھا نام رکھنا ہے جو کہ آجکل ہمارے معاشرے میں ایک معمولی اور کم اہمیت امر سمجھا جاتا، یہ بات معارف اسلامی کو پس پشت ڈالنے کے مترادف ہے۔

مولائے متقیان علیؑ نے اس امر کی اہمیت کو اپنے مبارک جملہ (وان یحسن اسمہ) میں بیان فرمایا ہے اسکے علاوہ ایک اور حدیث میں آپ فرماتے ہیں: "جب بھی کسی بچے کا نام محمد رکھو تو اسکا احترام کرو اور اپنی محفلوں میں اسکو جگہ دو اور اسے غضبناک نظروں سے نہ دیکھو"

انہی روایات کے پیش نظر ضروری ہے کہ والدین بچوں کا نام انتخاب کرنے میں سستی و کاہلی سے کام نہ لیں بلکہ دقت کریں اور بچوں کا نام ائمہ معصومینؑ کے اسماء گرامی کے مطابق رکھیں تاکہ انکے بچے دنیا اور آخرت کی سعادت و خوشبختی حاصل کر سکیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ والدین اور بچے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کا احترام بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ حضرت لقمان حکیم کی داستان کو قرآن مجید میں بیان فرما رہا ہے اگر اس میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ حضرت لقمان کی باتیں، سبق آموز نصیحتوں سے بھری ہوئی ہیں اگر انسان ان پر عمل کرے تو دین و دنیا میں کامیاب و سرفراز ہوگا۔

تربیت کے مراحل اور مناسب روش کا انتخاب

اسلام کے مقدس اہداف کو حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان ایک مناسب اور صحیح روش کا انتخاب کرے کیونکہ کسی بھی کام میں مطلوب نتیجہ کو حاصل کرنے کیلئے ایک مناسب اور درست روش کا انتخاب ضروری ہے ورنہ صحیح نتیجہ اور ہدف تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ امیرالمومنین علیؑ اپنے مبارک کلام میں اولاد کی تربیت کے سلسلے میں امام حسن مجتبیٰؑ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (ان ابتدءتک بتعلیم کتاب اللہ عزو جل و تاویلہ و شرائع الاسلام و احکامہ و حلالہ و حرامہ لا اجاوز ذالک بک الی غیرہ) "اب میں تمہاری تربیت کا آغاز کتاب خدا اور اسکی تاویل، قوانین اسلام اور اس کے حلال و حرام سے کر رہا ہوں ان کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی طرف نہیں جاؤں گا"

آپ کے ان قیمتی جملوں سے استفادہ ہوتا ہے کہ انسان کو تربیت کا آغاز کس چیز سے اور کہاں سے کرنا چاہئے، سب سے پہلے کتاب خدا کی تعلیم دی جائے اور اس کے نورانی کلام سے بچوں کے دلوں کو منور کیا جائے۔ اسکے بعد شریعت کے احکام، حلال و حرام کی تعلیم کی باری آتی ہے کیونکہ جب پہلے مرحلے میں اسکا دل قرآن کے نور سے روشن ہو جائے گا تو آئندہ مراحل میں کسی قسم کی دقت اور مشکل پیش نہیں آئے گی۔ بچے کو آسانی سے مسائل سمجھ میں آجائینگے اور وہ انہیں سیکھ لیگا اور مرتے دم تک یاد رکھے گا کیونکہ بچے کا ذہن مقناطیس کے مانند ہوتا ہے کہ ہر چیز کو قبول کر لیتا ہے اور دیر تک یاد رکھتا ہے۔ ہم اپنی زندگی کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ مطالب جو ہم نے بچپن میں یاد کیے تھے ابھی تک بخوبی یاد

ہیں اور لیکن اس کے برعکس عمر کے اس مرحلہ میں کسی مطلب کو یاد کرنا مقصود ہو تو بار بار تکرار کی ضرورت پڑتی ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے انسان کو چاہیے کہ اسے بچوں کو پہلے آیات الٰہی کی تعلیم دے۔ بعد میں انہیں دوسری تعلیمات سے روشناس کرائے۔

حضرت علیؑ اس نامہ کے ذیل میں آقائی مصطفیٰ زمانی (صاحب کتاب شرح نہج البلاغہ از دیدگاہ قرآن) فرماتے ہیں:

اس کلام سے امام کا مقصود یہ ہے کہ ابتداء میں بچے کو اختلافی مسائل سے روشناس نہ کرایا جائے بلکہ ایسے مسائل سکھائے جائیں جو بچے کو اخلاقی، اعتقادی اور اجتماعی انحراف سے بچا سکیں۔

دوسرے لفظوں میں بچوں کو قرآن کریم کی تعلیمات اور قرآن کریم کی تفسیر سے آشنا کرنا والدین کی ذمہ داری ہے تاکہ بچوں کی روحانی و معنوی تربیت کر سکیں۔ اور بچے کو تربیت کی حقیقی راہ پر گامزن کر سکیں دوسرے الفاظ میں قرآن کریم کی تعلیم اور اسکی تفسیر بچوں کیلئے ایک ایسا ہدف ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نعمات الٰہی میں سے شمار کیا ہے اور امام علیؑ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے بچے جلدی معنویت حاصل کر سکیں۔

پس ہم مسلمانوں پر فرض ہے کہ امامؑ کی اس خواہش کے تحقق کیلئے اور مسلمانوں کے بچوں کی معنویت تک رسائی کیلئے کوشش کریں۔

بچوں کے تربیت میں جلدی کرنا

والدین کو چاہیے کہ اولاد کی تربیت میں فرصت کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ اور ان کے بالغ ہونے کا انتظار نہ کریں بلکہ جتنا جلد ہو سکے اس امر کے تحقق کیلئے کوشش کریں فارسی زبان میں ایک ضرب المثل ہے "علاج واقعہ قبل از وقوع باید کرد" یعنی حادثہ پیش آنے سے پہلے احتیاطی تدابیر اپنائی جائیں دوسرے الفاظ میں اس سے پہلے کہ آپ کی اولاد صحیح راستے سے دور ہو جائے ان کو سعادت مند و خوشبخت بنانے کیلئے کوشش کریں۔

لہٰذا امیر المومنین علیؑ ایک مثال تعبیر کے ذریعہ بیان فرماتے ہیں: "انما قلب الحدث کالارض الخلية ما القی فیھا من شیء قبلته فبادرتك بالادب قبل ان یقسو قلبك و یشتغل لبك لتستقبل بجد رایك" "یقیناً نوجوان کا دل ایک خالی زمین کی طرح ہوتا ہے جو چیز اس میں ڈالی جائے اسے قبول کر لیتا ہے لہٰذا میں نے چاہا کہ تمہیں دل کے سخت ہونے اور عقل کے مشغول ہونے سے پہلے ادب سکھاؤں تاکہ تم سنجیدہ فکر کے ساتھ اس امر کو قبول کرو۔

یہ امامؑ کی ایک بہترین اور بے مثال فرمائش ہے اور اسی وصیت نامہ کے ذیل میں آیا ہے کہ حضرت علیؑ ان مطالب کے بیان کے ذریعے والدین پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کی جسمانی طاقت و قوت میں بھی کمی آجاتی ہے اور قدرت فکر بھی ضعیف ہو جاتی ہے لہٰذا کتنا اچھا ہوگا کہ آخرت کیلئے زاد راہ کا انتظام بہت ہی جلد کر لیا جائے۔ بہر حال امیر المومنین علیؑ ہمیں یہ سفارش فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے کہ آپ کے بچے اور انکا ذہن دوسرے افکار و مسائل میں مشغول ہو جائے ان کے اذہان کو الٰہی مطالب سے پُر کریں۔

اگر بچوں کی ابتدائی سالوں میں تربیت نہ کی جائے تو ان میں اس بات کی آمادگی پائی جاتی ہے کہ نفسانی قوتیں ان پر غالب آجائیں اور وہ ہوا و ہوس کے راستے پر چل پڑیں اور حقیقت کے

راستے سے دور ہو جائیں۔ آپ کا نوجوان کے دل کو "الارض الخالیۃ"
سے تشبیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ کیونکہ نوجوان کا دل ہر قسم کے عقیدتی اور غیر عقیدتی نقوش سے خالی ہوتا ہے اسلئے ہر قسم کی اچھائی اور برائی کا نقش اس پر ترسیم کیا جاسکتا ہے۔ پس ہر خالی دل میں ہر چیز سے پہلے ادب کا بیج ڈالنا ضروری ہے اور حکمت کے درخت کو اسمیں بونا ضروری ہے۔ اس سے پہلے کہ انکا دل سخت ہو جائے اور باطل میں سرگرم ہو جائے ان کی تربیت کرنی چاہیئے اس وصیت نامہ کے ذیل میں آقائی دشتی، سعدی کے چند بیت نقل کرتے ہیں:

ہر کہ در خردیش ادب نکنند
در بزرگی فلاح از او برخاست

جس کسی کی ابتدا (بچپن میں) تربیت نہ ہو تو بڑے ہو کر اس سے خیر کی امید نہیں کی جاسکتی

چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ
نشود خشک جز بآتش راست

تر لکڑی کو جس طرف موڑنا چاہیں مڑ سکتی ہے لیکن سوکھ جانے کے بعد آگ کے علاوہ کوئی اور چیز اسے سیدھا نہیں کر سکتی۔

لامع کہتا ہے:

مردلت را نرم گردان دیگر آب از دیدہ جوی
در زمین سخت باشد، آبیاری مشکل است

اگر یہ چاہتے ہو کہ تمہاری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں تو پہلے تم اپنے دل کو نرم کرو زمین جب تک سخت ہو اس وقت تک ہل چلانا اور کھیتی باڑی کرنا مشکل ہے۔

نتیجہ:

گزشتہ مطالب کے پیش نظر ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تربیت اولاد کا موضوع ایک اہم ترین موضوع ہے اور ان موضوعات میں سے ہے جو آیات الٰہی اور آئمہ علیہم السلام کی طرف سے مورد تاکید قرار پایا ہے لہٰذا انسان اس موضوع سے صرف نظر نہیں کر سکتا ہے۔ کیونکہ انسان کی سعادت اور بدبختی کا انحصار اسکی تربیت پر موقوف ہے اگر بچپن اور نوجوانی میں صحیح تربیت نہ کی جائے تو بچہ انسان کامل اور برجستہ شخصیت نہیں بن سکتا۔ اس بات کے پیش نظر کہ والدین اولاد کی تربیت میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں ان کو چاہیے کہ اس مسئلہ کو اپنی اہم ترین ذمہ داری قرار دیں۔

ایک روایت میں امام سجاد فرماتے ہیں: (وانک مسؤل عما ولیتہ بہ من حسن الادب والدلالۃ علی ربہ) والد جو کہ بچے پر ولایت رکھتا ہے، مسؤل ہے کہ اپنے بچے کو اچھے اخلاق سکھائے اور اس کی اسلامی تعلیمات کے مطابق تربیت کرے اور اسے اچھے اخلاق کی تعلیم کے ذریعے خداوند متعال کی طرف رہنمائی کرے۔

اس بات کی یاد آوری ضروری ہے کہ اس سے پہلے کہ والدین اپنے بچوں کی تربیت کریں خود اپنے کردار پر نظر کریں اور اپنے کردار و گفتار کو درست کریں تاکہ بچے ان کے کردار و گفتار سے زیادہ متاثر ہو سکیں۔

خداوند متعال سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی اولاد کی صحیح معنوں میں تربیت کرنے اور اس امر میں اپنی مسؤلیت سے عہدہ برآہ ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔

آمین یارب العالمین

17 سترہویں مجلس عزا

25 رجب المرجب بسلسلہ شہادت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
بمقام جھگیاں سیداں نزد شاہ پور ضلع سرگودھا

جسمیں مندرجہ ذیل علمائے کرام خطاب فرمائیں گے۔

(1) حجۃ الاسلام آغا محمد شفا نجفی آف اسلام آباد
(2) حجۃ الاسلام مولانا محی الدین کاظم آف ڈھڈیال
(3) ناصح ملت مولانا سید فضل حسین آف کوٹ ادو
(4) حجۃ الاسلام مولانا شیخ سخاوت حسین سندرالوی
(5) حجۃ الاسلام مولانا اقبال حسین خان مقصود پوری
(6) فاضل نوجوان مولانا حامد علی سندرانہ آف بھلوال
(7) مولانا پروفیسر عابد حسین عابدی آف سگوال
(8) جناب مولانا محمد سبطین بھٹی آف ساہی وال

منجانب:
سید اسد علی شاہ جھگیاں سیداں نزد شاہ پور ضلع سرگودھا

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا

حسن الخلق نصف الدین

اچھا اخلاق آدھا دین ہے۔

کنز العمال

جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی حدیثیں

اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ: ایک ایسا کلمہ ہے جس کی حقیقت خدا نے اخلاص کو قرار دیا ہے اور دلوں کو اس کے لئے مرکز اتصال قرار دیا ہے اور مقام توحید اس کی خصوصیات کو نور فکر کے پرتو میں آشکار قرار دیا ہے اس خدا کی صفت یہ ہے کہ اس کو آنکھوں سے دیکھا نہیں جا سکتا، زبانیں اس کی صفت بیان کرنے سے عاجز ہیں، بشری ادراک اسکے تصور سے عاجز ہے۔

(اعیان الشیعہ طبع جدید ج ۱ ص ۳۱۵)۔

خداوند عالم نے امتوں کو مختلف دینوں میں (اور فرقوں میں) بٹے ہوئے آتش پرستی کرتے ہوئے، بت پرستی کرتے ہوئے (وجود خدا کی دلیلوں کو دیکھتے ہوئے) خدا کا منکر دیکھا تو میرے بابا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ تاریکیوں کو دور کیا دلوں کے (پردہائے) تاریکی کو چاک کر دیا آنکھوں سے ان کے اندھے پن کو ختم کر دیا۔

(اعیان الشیعہ طبع جدید ج ۱ ص ۳۱۶)۔

اخبار غم

(1) حضرت علامہ حافظ سید ریاض حسین النجفی کو صدمہ
جامعہ المنتظر لاہور کے پرنسپل علامہ حافظ سید ریاض حسین نجفی کی اہلیہ محترمہ رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین، پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے۔

حضرت آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین النجفی مدظلہ نے علامہ حافظ ریاض حسین نجفی کو ان کی اہلیہ کی وفات پر تعزیت پیش کی اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

(2) اقبال حسین خان (گارڈ حضرت آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین النجفی) کی پھوپھی جان رضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کی بخشش فرمائے۔

دعا ہے کہ خالق کائنات ان تمام حضرات کی مغفرت فرمائے، انکی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کا حشر ونشر حضرات معصومینؑ کے جوار پُرانوار میں فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے ہیں۔

تمام مومنین سے مرحومین کیلئے ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ سورہ توحید کی تلاوت کی اپیل کی جاتی ہے۔

(شریک غم ادارہ)

اور جو مومنین بیمار ہیں اُن کی صحت یابی کی دعا کی استدعا کی جاتی ہے۔

خاص طور پر ہمارے بہت عزیز میر ضمیر الحسن میر آف بر منگھم کی والدہ صاحبہ اور ان کی اہلیہ محترمہ کی صحت یابی کیلئے مومنین سے دعا کی التماس کی جاتی ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

قبلہ سرکار علامہ غلام حسن نجفی بیمار ہیں مومنین سے ان کی صحت یابی کی دعا کی استدعا کی جاتی ہے۔

(وما ذلک علی اللہ بعزیز)۔

(آمین یارب العالمین بجاہ النبیؐ وآلہ الطاہرینؑ)

حضرت امام زمانہ (عج) شریف علیہ السلام نے فرمایا

اے فروغ بخش نور، اے امور کے تدبیر کرنے والے، اے انسانوں کو قبروں سے اٹھانے والے محمدؐ و آل محمدؐ پر اپنی رحمت نازل فرما، میرے اور میرے شیعوں کیلئے تنگی سے کشادگی عطاء فرما، اور رنج و غم سے نجات دے، اور (راہ لطف کو) ہمارے لئے وسیع فرما اپنی طرف سے ہمارے لئے ایسی چیز بھیج جو باعث فرج ہو، ہمارے ساتھ وہ برتاؤ کر جسکا تو اہل ہے۔ اے کریم۔ اے ارحم الراحمین۔

(الجنتہ الواقیہ فصل 26)

اہلِ ایمان کیلئے عظیم خوش خبری

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت آیت اللہ علامہ شیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی کی شہرہ آفاق

زندگی کے کام انفرادی اور اجتماعی اعمال و عبادات کا تذکرہ ہے۔ تیسری بار بڑی جاذب نظر اشاعت کے ساتھ مزین ہو کر منظر عام پر آ گئی ہے۔ ہدیہ صرف تیس روپے (30 Rs)

4. اثبات امامت آئمہ اثنا عشری کی امامت و خلافت کے اثبات پر عقلی و نقلی نصوص پر مشتمل بے مثال کتاب کا پانچواں ایڈیشن

5. اصول الشریعہ کا نیا پانچواں ایڈیشن اشاعت کے ساتھ مارکیٹ میں آ گیا ہے۔ ہدیہ ڈیڑھ سو روپے (Rs150) تصانیف بہترین طباعت کے ساتھ منصہ شہود پر آ چکی ہیں۔

1. فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن کی مکمل دس جلدیں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسی جامع تفسیر ہے

جسے بڑے مباہات کے ساتھ برادران اسلامی کی تفاسیر کے مقابلے میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ مکمل سیٹ کا ہدیہ صرف دو ہزار روپے (2000 Rs.)

2. زاد العباد لیوم المعاد اعمال و عبادات اور چہاردہ معصومینؑ کے زیارات، سر سے لے کر پاؤں تک جملہ بدنی بیماریوں کے روحانی علاج پر مشتمل مستند کتاب منصہ شہود پر آ گئی ہے۔

3. اعتقادات امامیہ ترجمہ رسالہ لیلیہ سرکار علامہ مجلسی جو کہ دو بابوں پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں نہایت اختصار و ایجاز کے ساتھ تمام اسلامی عقائد و اصول کا تذکرہ ہے اور دوسرے باب میں عہد سے لے کر لحد تک

6. تحقیقات الفریقین اور

7. اصلاح الرسوم کے نئے ایڈیشن قوم کے سامنے آ گئے ہیں۔

8. قرآن مجید مترجم اردو مع خلاصہ التفسیر منصہ شہود پر آ گیا ہے۔ جس کا ترجمہ اور تفسیر فیضان الرحمن کا روح رواں اور حاشیہ تفسیر کی دس جلدوں کا جامع خلاصہ ہے جو قرآن فہمی کیلئے بے حد مفید ہے اور بہت سی تفسیروں سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔

9. وسائل شیعہ کا ترجمہ سولویں جلد بہت جلد بڑی آب و تاب کے ساتھ قوم کے مشتاق ہاتھوں میں پہنچنے والا ہے۔

10. اسلامی نماز کا نیا ایڈیشن بڑی شان و شوکت کے ساتھ منظر عام پر آ گیا ہے۔

منجانب ::منیجر مکتبۃ السبطین

296/9 بی سیلائٹ ٹاؤن سرگودھا

Aquaidehaqqa.com

Facebook.com/Grand.Ayatollah.Najafi

Facebook.com/sultanulmadarisislamia

آیۃ اللہ النجفی "پروگرام تفہیم الاسلام" میں مسائل کے جوابات دیتے ہیں۔ جو پاکستان میں DM Digital Global پر ہر اتوار صبح 9 بجے اور (UK میں DM Digital پر دن 12 بجے) نشر کیا جاتا ہے۔

آیۃ اللہ النجفی کی کتب، مجالس کی سی ڈی اور ماہوار مجلہ "دقائقِ اسلام" کیلئے رابطہ کریں۔

گلزار حسین محمدی 03016702646 ماہنامہ کیلئے

ضمیر حیدر علوی 03344699821 دیگر معاملات کیلئے

اقبال حسین 03005379405 کتابوں کیلئے

حسنین 03427991142 سی ڈی اور ڈی وی ڈیز کیلئے

الامام۔نت
al-imam.net

آپ ہمیں ای میل بھی کر سکتے ہیں

smi51214@sibtain.com

smi51214@gmail.com